

دوسرا عالم

ایک نیا سفر



اوپر کی ان سرسبز تصویروں کی کشیدہ جو فکری
 ماحول میں گہری نگاہ کی گواہی دے رہی ہیں وہاں
 کی اور وہاں کے عجیب و غریب دنیا کی ایک سب سے زیادہ
 ہیئتوں کے عجیب و غریب عالم کے ایک عجیب و غریب عالم



رحمان

صاحب آپ ہے باہر ہو رہے
تلافی اولاد کو کرے تو کھانا جانتا ہے۔
ذہنوں سے یہ بات کس طرح نکالی جا سکتی ہے کہ وہ اس کے چہ
بزرگوار ہیں۔۔۔ جاننے والے تو یہی کہتے تھے کہ یہ سعادت
اطوار انیل منس پروردگار کے ڈاکٹر جنرل رحمان صاحب کے
قرند و بلند ہیں۔ علی عمران نام ہے۔۔۔ اور جیسے کہ ان کے
جیتانے کے لیے یہ تو تاریخ سے مدد مل سکتی ہے اور جنرل
سے۔۔۔ ویسے اس وقت رحمان صاحب کے گھر والے تاریخ
اور جغرافیہ سب سے بڑے ہوئے تھے۔۔۔

"میں اب اس مرد کو خبر نہیں ہی نہ رہنے دوں گا۔"
انہوں نے میز پر گھون مار کر کہا۔
سب خاموش بیٹھے رہے۔

بلکہ صاحب کے چہرے پر غرورنی جھانپ بٹنی تھی۔ شریا
کی آنکھوں میں بھی تشویش کے آثار دکھائی جاسکتے تھے
اور اس کی دونوں چپاڑاؤں میں ایک دوسرے کی شکل دیکھ
رہی تھیں۔

"محبت دور دورہ کہی دردمنا ہوا ہے۔۔۔ اب اس
کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں رہی کہ تو میں یہ جانوں یا
وہ اس شہر سے کڑا کرے؟"
شریارتے ڈرتے پوچھ رہی تھی۔

"آخر ہٹا کیا۔ ڈیڈی؟"
"پوچھتی ہو۔ ہٹا کیا۔۔۔؟" رحمان صاحب نے پھر میز
پر ہاتھ دیر کرتے ہوئے کہا۔ "سارے شہر میں ہیکل لگا
پھرا رہا ہے۔۔۔"

"جی۔۔۔ وہ سب ہیکل وقت انجیل پڑے۔۔۔
بلکہ صاحب پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ "جیسے انیس
اسی جہاں کا اٹھارہ تھا۔۔۔ اسی کے لیے اتنے دنوں سے پوری
تیش تھیں۔ آنکھوں میں آنسو دوک رکھے تھے، ہلکا ہلکا
پر دل پر شاہی گھون سا لگا تھا اور آخر کار ہنر کی گاتھ
رحمان صاحب پوری قوت سے چنگھاڑے۔۔۔ یہی
روسیہ جس نے اسے تیار کر دیا۔۔۔ تم سب بہتر ہیں جاؤ۔"
وہ آٹھ تیرہی سے پیچھے بیٹھے تھے۔ کرسی الٹ گئی
تھی اور پھر وہ دور دور سے پیر چٹختے ہوئے اپنے کمرے میں
چلے گئے تھے۔ بلکہ صاحب بدستور رونے جاری تھیں دیکھی

ان کے گرد کھڑی ہو گئیں۔۔۔ لیکن شاید ان میں سے کسی کی بھی
سمجھ میں نہیں تھا اس کا کہنا تھا کہ اسے کیا کہنا چاہیے؟ ذہن دور وطن
میں بہت گئے تھے۔ ایک طرف تو عمران کے بارے میں وہ
جیتانے والے ڈاکٹر جنرل اور دوسری جانب اس خبر سے پیدا ہوجانے
والے کھڑکی تھی۔ "دست شریا تیرے قدم اٹھائی ہوئی نہ پڑی
کی طرف نہ تھی۔ رحمان صاحب اور صوفی گئے تھے۔ شام کی
جانتے تھے کہ ان کی جگہ پر کئی لاکھ لگا رہی تھی۔

رحمان صاحب لاہور پری میں بیٹھے ہوئے تھے
شریادہ وازسے ہی پر ڈک ٹی ایکس ملک صاحب
اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔۔۔ اور پھر
آہستہ آہستہ لڑاکا لون میں گرم ہوتا گیا۔ جی تو آخر کئی لاکھ
"آئی۔۔۔ میں کچھ نہ جانتا جاچکی ہوں۔۔۔ اس کے پیر
بہتر اتحاد اور ملحق آباد ہیں کیا۔

وہ ایک کس کی طرف ڈکٹ پند لے اے گھورتے رہے
پھر فرماتے۔
"ماڈلجے تیار ہو رہا۔۔۔"

"آپ صوفی اتنا تیار ہیں کہ کئی غامضی اس طرح ہونے لگی؟
رحمان صاحب ہلکا ہنر ڈاکٹر داخل ہوئے باٹھے خاموش
کھڑے رہے۔

"آپ عمران کے سامنے یہ بات کہنی چاہتے تھے۔
شریادہ پھر بولی۔
"جی۔۔۔ تو تم جانتی ہو کہ میں پائل ہو جاؤں۔۔۔ انڈر

ہی انڈر گھنٹا رہوں۔۔۔ کیوں۔۔۔ لوگ میرا معتمد اڑاتے
ہیں اس طرح دیکھتے ہی مجھے جیسے دنیا کا آفتواں چھو رہے
ہوں۔ اب وہ محبت مجھے ہی خود کشی پر مجبور کر دے گا۔"

"مختر جانیے ہی کیا بات ہے؟"
"اس سے کیا ہوگا؟ کیا مجھے اس سے نجات مل جائے گی؟"
"ہو سکتا ہے۔ میں ہی انہیں خبر پھر ڈیٹے پر مجبور کر دوں۔"

رحمان صاحب اسے اس طرح دیکھتے رہے جیسے انہوں
نے کسی چہرے کو مڑے کوئی بہت بڑی بات سن لی ہو۔
"یقین کیسے ڈیڈی۔ میں غلط نہیں کہہ رہی۔ شریا نے کہا۔

ویسے اسے خود پر حیرت تھی کہ ان کی مکمل گرفتار کر رہی ہے رحمان
صاحب سے۔
"بہتر ماڈل رحمان صاحب نے اسے تھوڑی دیر تک

گھورتے رہے کے بعد ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ

شریادہ نے طولی ماسل۔۔۔

رحمان صاحب نے بھی ایک کرسی بنھالی تھی اور اب
شاید سوچ رہے تھے کہ انہیں بات کہاں سے شروع کرنی چاہیے
آخر کچھ دیر بعد پھر ان کی آواز میں بولے۔ "وادی لڑکی
ملا کر شاید تیرے ساتھ چھ مٹی تھی۔۔۔"

"واڈو۔ واڈو۔ واڈو۔ اسٹی بیٹ آف سائنٹفک
ریسرچ کے ڈاکٹر جنرل۔"
"ہاں۔ وی۔۔۔"

"جی ہاں۔ رحمان صاحب بھی ہنسا پڑا۔
"واڈو واڈو نے کئی دوسرے لوگوں کے سامنے مجھے
شرمندہ کیا تھا۔ کہتے تھے کہ صاحب واڈو آپ کو یہ نام ہی

کرنے پر تیار تھے ہیں۔ ہیکل مانگ رہے تھے۔ یہی بڑے پاس
شریادہ کی بیوی۔ رحمان صاحب کہتے رہے۔ اس کی لڑکی
ملا کر ان کی بیوی کے دوست کے ساتھ سامنے ملاتے ہیں پھر رہی

ای۔۔۔ وہیں اس مرد کو دے۔۔۔"
"رحمان صاحب مانگی تھی؟"
"نہیں۔ اس نے مکمل روکی ہے جس کے ساتھ تھی۔"

"کیا وہ ملا کر کو بیچا کرتے ہیں؟"
"میں کی جانوں؟" رحمان صاحب پیر وچ کھڑے۔
"یہ بھی ممکن ہے کہ ملا کر کسی کو بیچا جائے ان کا دھوکا

بھگاسو۔
"کہا اس مست کر۔ کیا میں نے خود اس کی تصدیق نہ
کرائی ہوگی؟"

رحمان صاحب اسے گھورتے ہوئے بولے۔ "جوری یا
ہیکل کے علاوہ اور کیا چیز اس کا پیٹ ہو سکتی ہے؟"
شریادہ پھر بولی۔

جوں تا فخر واڈو نے تخلیق پڑا کیسٹو کے خبر دل کیجے
دوسری طرف سے ایکسٹو کی آواز سنائی دی۔
"ہیلو۔"

"جوریا اپنی گنگ سر۔"
"مگر کیا بات ہے؟" ایک ٹوٹا ہوا۔
"ایک اطلاع ہے جناب۔۔۔"

"کہو۔ فٹنل وقت نہ ضائع کیا کرو۔"
"رحمان ہیکل مانگا پھر رہا ہے۔"

کیا کہتا ہے؟

"یقین کیسے جناب؟"
"تجربہ دار اطلاع تو خوب نہیں ہوگی۔ مہلا ہیں اس کے کیا
سروکار کروہ ہیکل مانگا پھر رہا ہے۔"

"میں نے کہا ہے کہ وہ ہمارے لیے کام کرتا رہتا ہے۔۔۔"
"یہ ضروری بات نہیں؟ دوسری طرف تیشی بیٹھے ہیں
کہا گیا اور سلسلہ ہی منقطع کر دیا گیا۔

پھر میری اسے ہی دانت پیستے ہوئے لیوور کو ٹیل پر
بٹخ دیا تھا اور کرسی کی پشت گاہ سے ٹک کر اپنے گل تھی۔۔۔
تھیں خود بخود پیچنے لگی تھیں اور دل کی دھڑکیں گھو پڑی

میں دھمک پیدا کرنے لگی تھیں۔۔۔
"ماڈر۔ اس کے خشک ہوتے ہوئے لب پلے تھے۔
اس نے اسے جیٹا پرا کیسٹو اس حلقے کی اطلاع دی

تھی کہ عمران اس کا ایکٹ تھا لیکن اس نے ارادہ انسانیت
تفصیل تک معلوم کرنے کی زحمت گوارا نہ کی۔ اس درجہ کی
ورندگی اس کے وہم و گمان میں ہی نہ تھی۔ خود کو آخر کچھ کیا

ہے؟ اس نے سوچا۔ انسانیت چھو کر ہی نہیں گزری۔ عمران
نے اس کے لیے جگہ تیار سے انہما دے دیے تھے۔ ایک ایک کے
آنکھوں میں پھر گئے۔ کتنی بار وہ موت کے ٹھنڈی گئی تھا۔

ہو سکتا تھا کہ اسے اس کا معقول معاوضہ مل جائے پھر بھی۔
ایسی بے سرو تکی رہا کیسٹو پھر ہے۔ پھر پھر پھر۔
جوریا عمران کے لیے دھکی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی

کہ اسے اس حال میں دیکھ سکے۔ ویسے عمران سے کچھ بھی نہیں
نہیں تھا لیکن اس نے یہ ڈھنگ کسی خاص مقصد کے تحت
رہا یا ہو تا تو ساتھ ہی ایک آپ بھی لازمی ہی تھا۔ اپنی اصلی

شکل و صورت میں بھی ہیکل نہ مانگا۔ جوریا سوچتی اور لڑکتی
رہی۔ کیا یہ نامن ہے کہ اس کی مالی حالت صحیح صحیح اس حد تک
غراب ہو گئی ہو کہ ہیکل مانگنے کی لزبت آجائے۔ انہوں نے

اسے جوت سے کہتے سن تھا۔ کہیں تیری یہ چھو نہیں مجھے ہیکل
مانگنے پر مجبور کر دے گی۔۔۔

اب خرافا وہ ہے جانور بھی پال رکھا ہے۔۔۔ اور ویسے
بھی اخراجات آؤٹ ٹیاگ ہی ہیں لیکن یہ صورت حال۔
آخراں سے کس طرح چٹا جائے؟ کیا وہ اس کی مدد قبول کرے گا؟

اس نے پھر فن کی طرف ہاتھ بڑھا کر عمران کے خبر دل کیجے۔
دوسری طرف سے کسی نے کال ریسرو کو کی تھی لیکن آواز عمران

کی نہیں تھی۔ کوئی عورت بول رہی تھی۔
 "میں عمران سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"
 "آپ کون ہیں؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔
 "نفسوزہ۔۔۔ اگر وہ موجود ہو تو رسیور اس کے
 ہاتھ میں دے دیجئے۔" جبریل نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔
 کچھ دیر بعد اس نے پھر اسی عورت کی آواز سنی۔ وہ
 پوچھ رہے ہیں آپ اپنی پرانی کار کو فروخت نہیں کرتا چاہتیں؟
 کیا کو اس ہے۔ جبریل نے سانس لے لیا۔ "آپ کون ہیں؟"
 "میرا نام شریا ہے۔ میں ان کی چھوٹی بہن ہوں۔"
 "میرا خیال ہے کہ وہ دونوں پہلے ہی مل چکے ہیں۔ جبریل
 نے کہا۔

"آپ جبریل ناٹو واٹر تو نہیں؟"
 "ہاں۔ میں ہی ہوں۔ وہ مجھ سے گفتگو کیوں نہیں کرتا۔"
 "گفتگو تو مجھ سے بھی نہیں کر رہے۔۔۔ میں نہیں کچھ کہتی
 کہ انہیں کیا ہو گیا ہے؟"
 "کیا میں آؤں؟"
 "ممنوع آپ کی؟"
 جبریل نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

لیکن اب وہ سوچ رہی تھی کہ اس کی بہن کی موجودگی
 میں وہاں جانا چاہیے یا نہیں۔
 اب تو جانا ہی تھا۔ کبہ چلی تھی۔ ویسے ایک بار پہلے ہی
 وہ عمران کے خاندان والوں کی موجودگی میں اس سے مل چکی تھی
 اور وہ لوگ اسے اچھی طرح سے نہیں دیکھتے تھے۔
 بہر حال وہ کچھ دیر بعد اپنی چھوٹی سی فیات میں سڑک رہی
 تھی۔ دفعتی بیگ میں اتنی رقم رکھنی تھی جو فوری طور پر کسی نہ کسی
 طرح اس کے کام آ سکتی۔
 عمران کے نفٹ ٹینک پہنچنے میں بیس منٹ صرف ہوئے۔
 نشست کے کمرے میں شریا شاید کسی کی منتظر تھی، مگر وہ
 نے شاید خاموشی سے مصافحہ کیا اور مختصر ڈیڑھ گھنٹہ خاموش
 ہی بیٹھی رہی پھر شریا نے کچھ کہنے کے لیے لب ہلانے ہی تھے
 کہ رابرٹ دے کمرے سے آواز آئی۔۔۔ "ہائے۔۔۔ نیل پیپ
 ٹیک ہے۔ پیڑی ڈاؤن ہو گئی ہے۔ لگاؤ دھکا۔۔۔ عمران
 ہی کی آواز تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ درو کے مار سے کھلا ہو
 "کیا یہاں ہے؟" جبریل نے آہستہ سے پوچھا۔
 "میری سمجھ میں نہیں آتا۔ ہوش کی باتیں نہیں کر رہے۔"

تم ملو نا اندر۔

اندر سے پھر آواز آئی۔ "ہائے کار روبرٹ کی بڑی فلائی۔
 آجے ہلے۔۔۔ ایک سیل ٹوٹ گئی۔ ہائے فریڈے، اسے میرے سب
 مذاپ قبر سے نکالت دلائے والے پہلے مجھے اس کھن رست
 سے نکالت دے؟"
 وہ دونوں کدو سے کمرے میں داخل ہوئے۔ عمران
 مسہری پر حجت پڑا تھا۔ آنکھیں حجت سے لگی ہوئی تھیں اور
 تھوڑی سی ڈور سلمان دونوں ہاتھوں سے سرھانے فرش پر
 اکڑوں بیٹھا تھا وہیں گھوم رہے جارہا تھا۔
 عمران ان کی آہٹ پر بھی متوجہ نہ ہوا۔
 ویسے سلمان انہیں دیکھ کر اٹھ گیا تھا۔ جبریل نے اس
 کی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھا۔

"بیس سب!۔۔۔ میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں
 جانتا کہ صاحب نے ایک کھن مار فریڈے ہی ہے؟ سلمان اس
 طرح بولا جیسے خود اس پر کسی قسم کا الزام ہو۔

جبریل اسہری کے قریب پہنچ چکی تھی۔ اب عمران نے
 اسے دیکھا اور بولنے لگے۔ "انڈاز میں آٹھ بیٹا۔ اس کے
 ہونٹ بل رہے تھے۔ وہ دیوانہ وار کہے جارہا تھا۔ نہیں۔
 نہیں۔ میں تمہاری گاڑی نہیں خریدوں گا۔ بہرگز نہیں۔ چاہے
 کتنے ہی چھانے تعلقات کیوں نہ ہوں۔ معاف کرو۔ خدا کے
 لیے مجھے معاف کرو۔ اپنی دوستی کی واسطہ دیتا ہوں۔"
 "کیا کہہ رہے ہو تم؟"

"تم ہی تو اپنی پرانی فیات بیچنے والی تھیں؟"
 "میں پوچھتی ہوں نہیں کیا تکلیف ہے؟"
 "تکلیف؟ عمران کا ہاتھ ایک ہونٹ پر ڈال کر بولے
 چھو پٹ۔۔۔ نیل پیپ خراب۔ ڈوسر گریڈ والو تو جو تھا
 پڑ جاتا ہے اور پیڑی ڈاؤن۔ کچھ پر رقم نہیں آتا کسی کو۔ میں
 یہی پوچھنے چلے آئے ہیں۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔۔۔ دیکھا
 کیوں ہو رہا ہے؟"

"اچھا اب تم خاموش رہو۔ جبریل ہاتھ اٹھا کر بولی
 اور سلمان سے کہا کہ وہ باہر چلا جائے کہ کسی کی فضا پر جھل سا
 سکوت طاری ہو گیا۔ شریا، جبریل کے قریب ہی کھڑی تھی۔
 وہ دونوں خاموشی سے عمران کو گھورتی رہیں۔ دم سے
 عمران خود ہی بولا۔

"ایسی ذلت اور ایسی خوار کی کبھی نہیں دیکھی ہوگی؟"

"ارے تو کچھ بتا دیجئے تو۔۔۔ شریا جھجکا کر بولی۔
 "میں کیا بتاؤں؟ کچھ نہ پوچھو۔"
 "مطلوبی تباہ دیر سے پاس زیادہ وقت نہیں ہے؟"
 جبریل نے رست واپس پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔
 "تب پھر گھر نہ آئی؟ میں جتنا چاہتا ہوں۔ ورنہ آؤ
 میں یہ داستان تم اتنی با محاورہ سہجائی گی کہ تم اپنا سہتی
 پھر دو گی۔
 شریا نے اسے گھور کر دیکھا لیکن کچھ بولی نہیں۔

"ایک روایتی اور قائدانی سوڑ کار کی کہانی ہے۔
 مجھے قدر دان کچھ ایک دوست نے کچھ پراسان خط لکھا ہے؟
 "یعنی آپ نے کوئی پرانی گاڑی خرید لی ہے؟" شریا بولی۔
 "بالکل۔۔۔ بالکل۔۔۔ میں لفظ "خریدنا" استعمال نہیں کرتا
 جانتا تھا کہ اس سے قدر دانی پھرت آتا۔۔۔ مہ۔۔۔ مبلغ
 ساٹھ سو چار سو روپے دیکھ خصال کی فروخت ذکر کیا کہ اس کے
 دادا نے باپ کو وصیت کی تھی اور باپ نے خود اس سے کہا
 تھا کہ اسے فروخت دیکھا جائے۔ البتہ اگر کوئی قدر دان ملے تو
 مناسب دے دے؟ اس کے نام منتقل کرادی جائے۔۔۔ سو
 حقیر رقم تعینر عامی رقم معامی اس نیکو کار کے بچے جو چوگا۔
 شریا جبریل کی طرف دیکھ کر ہنس گئی۔۔۔

"اور اب۔۔۔ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ میں خود
 کو دنیا کا سب سے بڑا قدر دان سمجھنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ کچھ
 سے وہ مل سکی تو ڈراؤن ہو رہا تھا۔ ایک دیکھی۔ ڈوسر مار کھا۔ تیسرا کھا۔
 رکھتا ہی چلا گیا۔ ہائے؟"

وہ کراہ کر بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔
 "یہ کیا کہو اس ہے؟" دفعہ جبریل نے شریا کی طرف دیکھ
 کر کہا۔
 "مجھ سے زیادہ آپ کچھ نہیں گ۔ میں تو بچہ ماہ بعد ہی ہوں۔
 "تو پھر میں کیسے کچھ سکون گی؟"
 "آپ مدد مانگتی ہوں گی؟"

عمران پھر اچھل کر بیٹھ گیا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔
 "اٹ ڈراؤن ہوں نے میرے دماغ کی پچھلی پادریں نہ
 صرف پیسہ خرچ کراتے ہیں بلکہ ایک ایک پڑے کا پتھر منب
 میرے ذہن میں ٹھونسنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمارے کہاں
 تک بتاؤں؟ اس سے پہلے جو صاحب تھے۔ انھوں نے تو

بچڑوں کے نام تک جلا ڈالے تھے۔ ایک دن گھر اٹھ کر نے
 تشریف لائے اور فرمایا کہ ہینڈل ٹوٹ گیا۔ نکالے ساڑھے چار
 روپے۔ میں کبھی کوئی نیا پڑہ دریافت نہ کیا ہے۔ بل پر صبر
 کر کے ہینڈل بل کا ٹکڑہ دریافت کیا۔ یہ معلوم ہوا کہ حضرت مین
 بلٹ لکھ کر فرما رہے ہیں۔ صبح کرنی چاہی تو ریمان کر بولے
 ہماری طرف مینڈل ہی کہلاتی ہے؟"

"تم خواہوا بات کو طول دے رہے ہو۔ جبریل تابلہ پڑی۔
 "اھاب؟" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ میں نے
 ایسا ڈراؤن کرکھا ہے جو کونگا ہے؟"

"ڈراؤنگ اسٹیشن کیسے مل گیا؟" شریا نے پوچھا۔
 "ڈراؤنگ اسٹیشن نہیں تھا اس کے پاس۔ اب بھی نہیں
 ہے۔ دیکھا جائے گا۔ اللہ مالک ہے؟"

"ارے تو نکال پیسے؟" اس گاڑی کو؟
 "ناہنگ۔۔۔ اب قدر دانی پھرت آئے گا۔ ساڑھے چار
 میں خریدی تھی پانچ سو روپے صرف کرکھا ہوں۔ ساڑھے سو روپے
 کی گاڑی ڈراؤن ہزار میں کیسے ڈول؟ ایک کپڑا بھر رہا تھا
 ٹائروں کے دام سے لو۔ گاڑی بھی مروت میں تحمیت سے
 جاؤں گا؟"

"لیکن۔۔۔ میں نے کیا پوچھا تھا آپ سے؟" شریا آنکھیں
 نکال کر بولی۔

"شاید میں ہی دی پوچھنے آئی ہوں۔ جبریل نے بھی عمران
 کو گھورتے ہوئے کہا۔
 "ہائے؟" وہ کراہ کر پھریٹ گیا۔ آنکھوں پر دونوں ہاتھ
 رکھ لیے۔

"آپ کیا پوچھنے آئی ہیں؟" شریا پہلے ہی کے سے جھگڑنے
 ہوئے انداز میں جبریل کی طرف مڑی۔
 "پہلے تم بتاؤ؟" جبریل اس کی حملہ بٹ کو نظر انداز
 کر کے مسکرائی۔

"میں نے سنا تھا کہ یہ آج کل بیگ مانگتے پھر رہے
 ہیں؟ شریا کی آواز سننے سے ہی زیادہ غصیل تھی۔
 "ہائے؟" عمران اس بار دونوں ہاتھوں سے بالائی پیلو
 دبا کر کہا۔

"بہی چیز میرے لیے ہی پریشانی کا باعث بنی ہے۔ جبریل
 کا بچہ فمک تھا۔
 "میں۔۔۔ پریشانی کا باعث؟" عمران پھاڑ کھانے والے

انداز میں بولا۔

”غریب لوگوں کی پڑائی گاڑی سپرد دیکھتا ہوں کیسے نہیں

بیک بک مانگیں؟“

”بھائی جان! دفعہ شریا تھیں ہیج کر لونی۔ اب

ہوش میں آ جاؤ ورنہ خود کو گھونگے کہتا رہا کرتا رہتا ہے؟“

”اُردو میں۔ اُردو میں کہو جو کچھ کہتا ہے۔ اگر بڑی زبان

ایسے مسلمانین کی شکل نہیں ہو سکتی؟“

”نہیں۔ اُردو۔ جانتی۔۔۔ جو لیا شراست آئیں مسکراہٹ

کے ساتھ ایک ایک کر لونی۔“

”جب سارے زمانے میں ذلیل ہوتے پھرتے ہو

تو پھر ان بے چاری سے کیا پردہ؟ شریا نے پھیلے بیٹے میں کہا۔

”اچھی بات ہے۔“ عمران شردوسی آواز میں بولا۔ جو

تہار اول چاہے سمجھ لیں اسے ثابت نہیں کر سکیں گے کہ

کبھی کسی آدمی سے بیک مانگی ہو۔“

”بہر حال بیک مانگتے پھر رہے ہو۔“

”ہاں۔ ہاں۔ کیوں نہیں کار پڑائی میں لیکن بہر حال کار

ہے۔ کار سے مل کر کسی کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھرتے غارت خانہ

کا احساس روح کو مشغول نہیں ہونے دیتا اور ان غیر لکھنویوں پر بھی

کافی زعم پڑتا ہے۔ تم خود سوچ اپنے اپنے ملک واپس جا کر

میراثہ کو خصوصیت سے کوئی گئے۔ قوم ہی سر بلندی والی کرے

گی۔ اس طرح۔۔۔ واہ۔۔۔ کتنی مالدار قوم ہے کہ بھکاری کا ریں

رکتے ہیں؟“

”خیر خیر میں نے آگاہ کر دیا ہے؟ شریا نے تلخ لہجے

میں کہا تو ڈیڑی اب آپ کو اس شہر میں نہیں رہنے دیں گے؟“

”کیوں؟“

”کیا مطالبہ؟ کیا آپ کی طرح ہم سمجھنے نے حیرت نیچ

کھائی ہے؟“

”اچھا نہیں۔ جاؤ یہاں سے۔ اب تم لوگ مجھے بیک

مانگنے کے حق سے بھی محروم کر دینا چاہتے ہو؟“

”بہتر ہے کہ آپ خود ہی یہاں سے کہیں اور چلے جائیں

تہا جیسے کسی مایوس گمن خیال نے اس کی ساری غرضیں کا

گلا گھونٹ دیا ہو۔ چہرے پر غم و غیظ کی چھاؤں۔

”بھائی! اس نے شریا کی آواز میں کہا۔

”سلمان چلا گیا۔“

”جو لیا اور شریا ایک دوسرے کی شکلیں دیکھتی رہیں پھر

ایک آدمی کرے میں داخل ہوا جس نے خاکی تپلون اور خاکی

قیس پہن رکھی تھی۔ تپلون اور قیس پر سونے کی کڑے دھتے تھے۔

قبول صورت ہونے کے باوجود کسی قدر ہوشی معلوم ہوتا تھا۔

”مرچیں اور شریا کے درمیان دیکھی ہوگی۔“

”آئی ہی اس نے ہاتھ ہلا کر کسی قسم کے خفا سے کہے

اور دونوں کے درمیان کچھ دیر تک اشاروں کی اشاروں میں

انہماک و غم و حسرت جاری رہا پھر وہ چلا گیا اور جو لیا نے عمران کو

سر پہنے دیکھا۔ ساتھ ہی وہ کہتا ہوا تھا۔ اس ایک کھٹار سے کی

بدولت کیسے کیسے تجربہ ہو رہے ہیں! مجھے ڈر ہے کہ کسی بکری

سے حقیقت نہ ہو جائے۔“

”اور پھر شاید اس نے سہری ہی پر سر کے بل کھڑے ہونے

کی کوشش کا ارادہ کیا ہی تھا کہ شریا نے اسے جھنجھوڑ ڈالا۔

”گگ۔۔۔ کیا ہے؟“ عمران نے اذیت انداز میں پوچھا۔

”تھان لی کی جان کے گلاب منڈو؟“

”تم ہی بتاؤ میں کیا کروں؟“

”شریہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ وہ دانے سے چھوڑی گولٹا ڈھیر

دکھائی دیا۔ اس بار اس کے اشاروں میں لیا باسا جوش و خروش تھا۔

”عمران نے ٹھیکٹ مسبری سے جھپٹا لیا اور کرک کی

چھت گاہ پر پڑے ہوئے گولٹ پر جھپٹا مارتا ہوا کرک سے باہر

نکل گیا پھر وہ اُردو ڈرائیور دوڑنے ہی کے انداز میں غلیٹ سے

برآمد ہوئے تھے۔ شریا اور جو لیا ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ کر

رہ گئیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دونوں بلی بلی میں ایک

دوسری کو شرمایا گیا ہو۔“

عمران گاڑی کو دھکیل دیا تھا اور گولٹا ڈھیر اسی طرح کر

رہا تھا۔ مگر وہ گریہ عمران کا ہاتھ پکڑنے لگے۔ پھر گاڑی نہ صرف

پہنتے۔“

”جی ہاں؟ عمران نے رونا ہوا آواز میں جواب دیا۔

”پھر۔۔۔ اب۔“

”آج میں اسے جان سے مار دوں گا۔“ دفعہ عمران نے

فصیل آواز میں کہا۔ مگر کنگہ پھیلاؤ تھا نہیں ہے۔“

”یعنی؟“

”پہلے ہی وہ لٹی کی حرکتیں کر چکا ہے۔“

”کون؟“

”سیدھا ڈرائیور۔“

”تو وہ آپ کا ڈرائیور تھا؟“ راگبر نے حیرت خاں ہری۔

”جی ہاں۔ چلتے چلتے اہل بند ہو جاتا ہے۔ میں نے

اُن کو روکنا کھانا نہیں۔ گاڑی دوبارہ اشارت ہوتی ہے اور

وہ مارے غشی کے ٹول اور میں مرکز کی پکڑا رہا ہوں۔“

”اب تپا جس کتنی دیر لہجہ اسے دھیان آئے کہ میں گاڑی میں

موجود نہیں ہوں۔“

”بڑی عجیب بات ہے۔ گاڑی کا ایک اور ماڈل کیا ہے؟“

”حضرت آدم اپنے ساتھ جنت سے لائے تھے؟ عمران

جھپٹ کر بولا۔

”ارے صاحب تو اس میں خفا ہونے کی کیا بات

ہے؟ آپ تنگ گئے ہوں گے؟ چلتے چلتے پلداؤں؟“

”جان نہ پہچان۔ چائے پلداؤں؟ عمران کٹھن شرم

کر کے بولا۔

”ارے صاحب۔ آپ تو بیچ بیچ خفا ہو گئے؟“

”نہیں صاحب! میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ ممکن ہے

کچھ دیر لہجہ اسے میرا خیال آئے۔ تب وہ بے چارہ مجھے کہاں

تکاش کرتا پھرے گا؟“

”وہ سامنے دیکھے۔ اسی کہنے میں جیڑ کر کم مرکز پر بھی

نظر رکھیں گے۔“

عمران نے اوپر سے نیچے تک منی طلب کا جائزہ لینے

کے لہجہ کہا۔ ”کیوں خفا حسب مجھ میں کون سے شرف اب کے پڑ

گئے ہوئے ہیں کہ آپ مجھے جانے پلداؤں گے؟“

”یہی کا زمانہ نہیں۔ راگبر نے خوشگوار لہجے میں بڑ بڑا کر

عمران کو اس طرح گھوڑنے لگا جیسے اس نے توہین کی ہو۔

”گگ۔۔۔ کیوں۔ کیا جھڑا کریں گے؟ عمران نے غصہ و غیظ

کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوچھا۔

”اسے نہیں۔ راگبر نے شرم پڑا پھر سنجیدگی سے بولا۔“

”آپ کی گاڑی میں پوچھی ہے۔ راگبروں۔ اسی لیے ماڈل اور

میکھ کے بارے میں پوچھا تھا۔“

”فورڈ۔ مشعل۔“ میری پیدائش سے پہلے کا ماڈل

ہے۔ عمران نے غصہ کی سانس لے کر کہا۔

”میری دلچسپی کا باعث یہی ہے۔“

”اچھی بات ہے تو پھر چائے پی کر لیں گا۔ آئیے۔“ عمران

نے عرصہ پار کرنے کے لیے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ ”اجنبی راگبر

اس کے ساتھ چلے رہا تھا۔“

”یہ دار قاصت اور متوسلہ صامت کا آدمی تھا۔ عمر

چالیس اور پچاس کے درمیان رہی ہوگی۔ سیاہ تپلون اور

براؤن جیکٹ میں لباس تھا۔ دو تپڑی کیسے میں داخل ہوئے

”ابھی ایک سیزن خفہ کر کے اس کی طرف بڑھا۔“

”یہاں جیڑ کر کم مرکز کی طرف دھیان رکھیں گے۔“

”اس نے سامنے والی کرک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عمران سے کہا۔

دونوں چلے گئے۔“

”عمران کے مشورے پر اس نے چائے کی بجائے کافی

کا آرڈر دیا تھا۔“

”یہ گاڑی کب سے ہے؟ آپ کے پاس؟“

”ابھی حال ہی میں ایک خاندان سے دوسرے خاندان

میں تحریک کرنا تھا۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”جدید سیل سائز سے چار ہزار روپے۔ اس پر سیل پانچ

ہزار کا مزید چڑھاوا۔“

”اوہ۔۔۔ تو گویا ساڑھے نو ہزار صرف ہوئے ہیں اس پر؟“

”جی ہاں۔ لیکن یہ کچھ لمبے۔“

”اگر آپ کو اس کے بارہ ہزار مل جائیں تو؟“

”میری قدر والی کا عرض مع قبول ہو جائے گا۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”قدر والوں کے سووے ہیں۔“

”شاید آپ بہت زیادہ تنگ آ گئے ہیں اس گاڑی سے؟“

”میں سمجھا تھا کہ وہ خود تنگ آگئی ہوگی پھر سے۔“

”تھوڑے عرصے میں بہت بڑا معلوم ہوتے ہیں۔“

”صاحب آپ چائے پلانے لائے ہیں مجھے؟ عمران

آنکھیں نکال کر بولا۔

"میں نے کافی۔ وہ دیکھئے۔ وہ آ رہی ہے۔"

گھبراہٹ سے "مران! کچل چلا۔"

"تذکرہ آپ کی گاڑی کا نہیں بک کافی کا ہے۔"

"اور۔۔۔ مران نے اس دھڑکی طوفان و باران انداز میں

دیکھا جو میز پر کافی کا سامان لگا رہا تھا۔

ابھی اسے بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ دیر کے چلنے

جانے کے بعد اس نے پیالیاں میز پر کرتے پڑے پڑے دیکھا: آپ

کتنی شکر دیتے ہیں؟"

"جی۔۔۔ مران چونک پڑا پھر کسی قدر شفقت کے ساتھ بولا۔

مرد بیٹھے۔

ابھی کے ہونٹوں پر نفیض سی مسکراہٹ دیکھنی دی اور

بھرہ بڑے اٹھک سے کافی بنانے لگا۔

کچھ دیر بعد اس نے کہا۔

"آپ بہت خاموش طبع معلوم ہوتے ہیں۔"

"مجھے شپ بگ لگی ہے۔ مران کافی کی پیالی کو گھورتا

تھرا بولا۔

"شپ بگ تو کسی اچانک حادثے کی وجہ سے لگتی ہے؟"

"جی ہاں۔ مران نے سر ہلکے انداز میں سانس لی۔

"کوئی فتنہ گاہ حادثہ۔"

"جی۔۔۔ مران نے تھرا کو نظروں سے گزرنا شروع کیا۔

"کیوں؟ کیا آپ کو میرا یہ سوال برا لگا ہے؟"

"جی نہیں۔ میں نے سوچ رہا ہوں کہ آپ باقی مقام کافی

تو نہیں؟"

"کی مطلب؟"

"پچھلے سال ہی ایک صاحب مجھے شہزادہ منیر شاہی کچھ

بیٹھے تھے۔"

"مذاق اڑا رہے ہو میرا پروردار؟"

"ہرگز نہیں۔"

"تو پھر۔۔۔"

"مطلب یہ ہے کہ اگر میں آپ کو کسی فتنہ گاہ حادثے کی

اطلاعات ہی دوں تو آپ میرے لیے کیا کریں گے؟"

"بھروسہ کے دو بول مریم سے زیادہ ہوتے ہیں؟"

"مریم کے نام ہی سے مجھ آتی ہے مجھے رکی ہمدردی تو؟"

مران نے غور پورا کر کے بجا بجا ٹھنڈی سانس لی۔

"ہاں! اگر میں کہوں گے؟ کہو۔۔۔ کچھ سے ہی بکلا ہو جاتا ہے؟"

"آپ کی کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے جناب۔ مران بولا۔

"تھرا۔۔۔ اول۔۔۔ ٹھیک ہے۔ اس نے ٹھیک کر پیالی

سے ٹھیک لی اور پھر یہاں سے ٹھیک کر ٹھیک کر لے گیا۔

"معاف کرنا! میں کسی کو ٹھیک آفر نہیں کرتا! اس نے

ٹھیک کر لے لیا۔

"بہت ہو تو فکر کے دیکھئے۔ مران نے اس زور

سے میز پر گھونسا رسید کیا کہ پیالیاں بچ آئیں۔

"ارے۔۔۔ ارے۔۔۔ تم ہوش میں ہو یا نہیں؟ دراز قد ابھی

نے بوکھلائے ہوئے انداز میں چاروں طرف دیکھتے مڑے کہا۔

"کئی لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

"مقام و مشین کی کسی حرکتیں کیوں کرتے ہو؟ اس بار ابھی

کی آواز میں بھگتاہٹ کی جھلکیاں تھیں۔

"ٹھیک نہ پینے۔۔۔ دھوکا دلانی طرح دیکھتا ہے اگر میں

ٹھیک آفر کر کے جائیں۔"

"خیر۔۔۔ میں تم سے گاڑی کے متعلق گفتگو کرنا چاہتا تھا۔"

"کیسے؟ مران غور سے آواز میں بولا۔

"پینے کافی فخر کریں۔"

مران خاموشی سے کافی پیتا رہا۔ اس کے چہرے پر

گہری محنت طاری تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کی زندگی

تسکاتی کی اس پیالی کے علاوہ اور کچھ ہی نہ ہو۔ دراز قد ابھی

نے ہلکا دھڑکے کے بعد اس سے کہا۔ "میرے خیال سے بہتر یہی

ہو گا کہ اب ہم یہاں سے اٹھ جائیں۔ اگر تم میری قیام گاہ ٹھیک

چلتا ہند کر دو تو کیا کہن۔ اگر تیار اور انیور۔۔۔ دھوکا دلانی طرح دیکھتا ہے اگر میں

موجودہ دھوکا دلانی طرح دیکھتا ہے اگر میں

"جی ہاں۔ بات تو یہی ہے۔"

"تو پھر چل رہے ہو۔ میرے ساتھ؟"

"چلے۔۔۔ مران نے بے پروائی سے کہا۔

دیکھئے سے باہر آئے۔

ابھی بولا۔ "کچھ دیر پیدل چلتا پڑے گا۔ میری گاڑی

پچھے رہ گئی ہے۔"

"بہت بہتر جناب۔ مران نے سعادت مندانہ بیٹھے

میں کہا۔

پھر انہیں قریب قریب دو فرما لگ کا فاصلہ پیدل طے

کرنا پڑا تھا۔ وہ ایک نئے ماڈل کی چھاتی جیپنی شہر لٹ اپنالا

کے قریب رکے۔

"ارے۔۔۔ آپ لیٹ کر کی گاڑی آپ کی ہے۔ مران نے

کہا اور صبر سے منہ پھاڑ کر رہ گیا۔

"ہاں۔ ہاں۔ میری ہی ہے۔ بیٹھو۔ دراز قد ابھی نے

اس کے لیے اگلی نشست کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"اور۔۔۔ اور۔۔۔ آپ نے میری گاڑی میں دھوکا لگایا

تھا۔ مران کے۔۔۔ بیٹھے کا پتھر پرستو تھا اور اب اس میں

کسی قدر شفقت کی جھلکیاں بھی پائی جاتی تھیں۔

"بیٹھو۔ دراز قد ابھی نے بھگتاہٹ سے بڑے انداز میں مران

کو دھکا دیا۔

مران بوکھا کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ ابھی دروازہ بند کر کے

ایئر کنڈیشننگ کی طرف والے دروازے کی طرف بڑھا۔ تھوڑی دیر

بعد وہ تیز رفتاری کے ساتھ کسی نامعلوم منزل کی طرف بازو سے

چار پہنچے۔ مران خاموش تھا۔

"کیا واقعی تم کو کچھ خبر؟" ابھی نے اسے مخاطب کیا۔

"بہت جانتی ہیں۔"

"یہ تم ایک پریشان کیوں ہو گئے؟"

"لگ۔۔۔ کچھ نہیں۔ تم۔ میں ٹھیک ہوں۔"

"خیر۔۔۔ خیر۔"

کچھ دیر بعد پھر خاموشی رہی۔ پھر ابھی کی بولا کہ تم نے پچھا

ہی نہیں کر لیں تھیں اپنے ٹھیکریوں کے بار بار بولیں؟"

"جی ہاں۔"

"کیا۔۔۔ جی ہاں۔"

"میں کیا پوچھوں؟ مران کسیا کی ہنسی کے ساتھ بولا۔

"آپ کوئی بہت اچھے آدمی معلوم ہوتے ہیں؟"

"اوسہ۔ تو تمہیں کچھ برا لگا تھا وہو گیا ہے؟"

"آپ جیسے بڑے بڑوں کی مطلب یہ کہ۔ اگر حقیقت۔ فن

نصیب ہو جائے تو پھر اور۔ لگ۔ کیا چاہیے؟"

"تم ہمیشہ بھگتے ہو۔ یا اسی وقت بھگتاہٹ کا دورہ

پڑا ہے؟"

"ارے وہ۔ مران نے جیسے بڑے انداز میں تہہ لگایا

پھر سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔ "در اصل میں آپ سے نہ جانتے۔

لگ۔ کیوں فوت سا بھی محسوس کر رہا ہوں؟"

"مجیب بات ہے۔ ابھی مسکرا کر بولا۔ "میرا خیال ہے

تم مسلسل بدستور ہو رہے ہو۔ بھگتاہٹ دور ہو جائے گی؟"

"کیا ہوں؟" مران پر تشویش انداز میں سر ہلاتا ہوا

بڑبڑایا۔ پھر چونک کر کہنے لگا۔

"آپ نے مجھ سے کسی فتنہ گاہ حادثے کے بارے میں

پوچھا تھا۔"

"بالکل پوچھا تھا۔ آئی کل ہر جوان آدمی کی کسی فتنہ گاہ

حادثے سے ضرور دوچار ہوتا ہے۔"

"سہوتا ہے نا۔ مران نے پتھر کی طرح خوش ہو کر پوچھا۔

"یقیناً۔"

"تب تو جی ہاں۔ مجھے حال ہی میں ایک فتنہ گاہ حادثہ

پیشہ آیا ہے۔"

"مجھے بتاؤ۔ شاید تمہارے کسی کام آسکوں؟"

"وہ۔۔۔ دراصل مجھے شرم آ رہی ہے۔"

"نہیں۔ بتاؤ۔ بتاؤ۔ اس کا خیال نہ کرو کہ میں تم

سے بڑا ہوں۔ ہے تکلفی سے بتاؤ۔ مجھے اپنا دوست سمجھو۔"

"اچھی بات ہے۔ مران بڑبڑایا۔ پھر ادنیٰ آواز میں

کہنا شروع کیا۔ "میرے مشاغل مرے اعتبار سے مطمئن نہیں ہیں۔

آپ کو بھی معلوم ہوں گے کہ کوئی حادثہ سے دہی ہے۔ ایک

اس کے بچے سے پارک کے مرنے کا اندازہ کر دیتا ہوں۔ وہ

دو فوٹ کو سچی رتی ہے اور آفر کا ایک مرحلے کا چننا اور ایک

کیر کا بچہ لگا آتا ہے۔ سخت جھجھکی ہوئی کہوتی! کیوں؟ ہے

کہ نہیں؟"

"کیا آؤٹ چانگ اڑا رہے ہو؟ ابھی جھجھکا کر بولا۔

"کہتے تو تم کچھ عاقل۔ یہ جھوٹ نہیں ہے۔ میرے

پاس ایسے گیارہ مرتبے ہیں جو کہوتی۔۔۔"

"اچھا میں خاموش رہوں۔ ابھی نے اسے جھک دیا

اور مران نے اس سائنس دانے بھگتے زیر لب کچھ بڑبڑاتا ہوا

بلافاخر خاموش ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد ان کی گاڑی ایک بہت بڑی عمارت

کی چار دیواری کے چھانک پر رکی۔ پھر ٹانگ بندھا۔ ابھی

نے ہارن بجایا۔ پھر ٹانگ کھٹکے میں دیر نہیں لگی تھی۔ گاڑی آگے

سے اندر داخل ہوئی اور پھر ایک طرف روٹنے لگی تھوڑی دیر

میں آڑی۔

"آپ یہاں۔۔۔ رہتے ہیں؟" مران نے غصے غصے سی

آواز میں لگ کر پوچھا۔

"ہاں ہاں۔ مجھ آتو۔ جواب ملا۔

مران دروازہ کھول کر دوسری طرف اتر گیا۔

"اب تمہیں کچھ دیر پھر پھیل چھٹا ہے گا۔" اجنبی نے ایک طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ادھر سے گھبراؤ ہے۔"

"گھبراؤ۔" میں نہیں سمجھا۔
"میں نہیں وہ نواذرات دکھاؤں گا جنہیں دیکھنے کی تمنا بہتوں کے دل میں ہے۔ لیکن ان کی رسائی ممکن نہیں ہے۔" عمران نے بے پروائی سے شانے جھجکے اور اجنبی کے ساتھ چلنے لگا۔ گھبراؤ کا کافی طویل و عریض ثابت ہوا۔ یہاں بابا آدم کے زمانے سے لے کر طوفانِ نوح کے وقت تک کی گاڑیوں کے بیس مختلف ماڈل موجود تھے۔ دفعۃً عمران نے بے چارے ہنسا شروع کر دیا۔ اجنبی کی عبوری حق گیری اور پیشانی پر شکنیں ابھرا تھیں۔ وہ اسے گھورتا رہا پھر ایک بیک پیج کر لیا۔

"فاسوش رہو۔ بند کرو دانت۔"
عمران دونوں ہاتھوں سے منہ دبائے ہوئے فرش پر آڑوں میں بیٹھ گیا لیکن ہم اب بھی متزلزل تھا۔
"کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟" اجنبی دہرایا۔
پھر ایسا معلوم ہوا جیسے عمران نے زبردستی اپنی ہنسی پر قابو پایا سو سانس پھٹی جا رہی تھی اور ہونٹوں کے گوشے پھٹک رہے تھے۔

"مم۔ میں معافی چاہتا ہوں۔ ہنسی غرور پر آتی تھی۔"
عمران ہچکا ہوا بولا۔ یعنی کہ میں ایک ہی گاڑی سے اس قدر زنجیر ہوا ہوں اور آپ تو دن رات دنگے کی گاتے رہتے ہیں گے۔ کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ پھر ہنسی کا دورہ چڑ گیا۔ اس بار وہ اجنبی کے بھی دانت کھولنے سے بچے لیکن پھر وہ سختی سے ہونٹ پیچھنے لینے کی کوشش کرنے لگا تھا۔
عمران ہنستا رہا۔

"ابھائیں۔" اجنبی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اب نیندگی سے میری بات سنو۔" میں نہیں سمجھا۔ "تانا چاہتا تھا کہ مجھے پرانی کاریں جمع کرنے کا شوق ہے۔"
عمران خاموش کھڑا تھرازا انداز میں چپکس چپکس کانٹا مارا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اسے اس کی بات پر یقین نہ آیا ہو۔
"میں تنہا ہی گاڑی خریدنا چاہتا ہوں۔ پہلے ہی بارہ ہزار روپے چکا ہوں۔ اس... ایک کوڑی بھی زیادہ نہیں دوں گا۔ جو کہتا ہے تم میری دلچسپی سے تاجاؤ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرو۔"

"جی کیا مطلب؟" عمران نے نکتے چھلانا۔
"تم اس سے زیادہ پریمی اور کتنے ہو کر لو گئیں گے۔" قلمی لہجہ تھا۔

"کیا آپ مجھے کوئی گھنیا آدمی سمجھتے ہیں؟"
"یہ تو سابقہ پڑنے ہی پر معلوم ہو سکے گا۔"
"میں ساڑھے نو ہزار سے کوڑی نام نہ نہیں لوں گا۔ اگر بچنے والا ہو تو۔۔۔"
"کیوں؟ کیوں نہیں بچو گے۔ غرا غراؤ پٹیاں ہو رہے ہو۔۔۔ ساڑھے نو ہزار میں قریب کے ماڈل کی کوئی گاڑی دلو آؤں گا مزے کرنا۔"
"ابھی بات ہے تو اب سنئے۔ یہ گاڑی کہاں سے خریدیں گے؟ فتناک حادثہ سے میری زندگی میں؟"

"اور۔۔۔۔۔ مجھے بتاؤ کیا بات ہے؟ شاید میں تمہاری کوئی مدد کر سکوں؟"
"ایک یادداشت ہے اس گاڑی سے۔"
"مجھے بتاؤ۔ مجھے بتاؤ۔۔۔" اجنبی کی آنکھیں عجیب انداز میں چمکنے لگی تھیں۔

"یہ تو میں نہیں بتا سکتا۔ ہرگز نہ بتاؤں گا۔ میں نے کسی سے وعدہ کیا تھا کہ اس معاملے کو کسی تیسرے آدمی تک نہیں پہنچنے دوں گا۔"

"تو تم نہیں بچو گے؟"
"میری کہیں بھی آنا کر کیا کروں؟"
"میں کہتا ہوں مجھے بتاؤ انہی شراٹوں؟"
"اگر میں نے فریضہ کر دی تو پھر اسے دیکھو میری دھوکا۔"

گا اور یہ حادثہ میرے لیے موت کا ہیام ہو گا۔
"اور تم اس کے اظہار بات بھی برداشت نہیں کر سکتے کیونکہ یہی تو مصیبت ہے۔ ڈرائیو کتنا چاہے اس کے لیے۔"
"ابھائیں اسے روزانہ دیکھو بھی کھو تو؟"
"ادھر۔ تو پھر مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟" عمران چپک کر بولا۔

"لاؤ ہاتھ۔" اس بات پر۔ "اجنبی نے اس کی جانب ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔
عمران نے بھی ہاتھ بڑھایا اور وہ اس کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر بولا۔ "سودا پکا۔ تم دن میں دس بار اگر اسے دیکھو گے تو۔۔۔ آج سے تم میرے دوست میں شامل ہو گئے۔"

"بہت بہت شکریہ۔ میرا نام علی عمران ہے۔"
"اور میں۔۔۔ وہ اپنی جیب میں ٹوٹا ہوا بولا۔ "یہ رہا میرا کارڈ۔"

"ار۔۔۔۔۔ ار سے باپ رے۔۔۔ سر بہرام بازو دو لا۔۔۔"
"بب باپ۔"
"ار سے۔ تم گھر کیوں گئے؟" وہ ہنسنے لگا۔

"جناب۔ آپ نے۔ مم۔ میری گاڑی کو دھکا لگا یا تھا۔ میرے گھر آتا ہوا آدمی نہاب کیا آپ مجھے معاف نہ فرمائیں گے؟"
"ار سے۔ کیا بات ہے بھئی؟ تم میرے دوست ہو۔"
وہ عمران کا ہاتھ دبا کر بولا۔ "اس وقت اس کی آنکھیں پتھریں کی آنکھوں سے مشابہ نظر آتی تھیں۔"

"پھر بھی جناب۔ میں بہت بے ہودہ ہوں۔" عمران نے میراثی ہجرتی آواز میں کہا۔
"ار سے کچھ نہیں۔ وہ عمران کی پشت پر چھکیاں دیتا ہوا بولا۔ "جو میرے ساتھ آئیں میں انہیں اپنی اسپیشل چائے پلوؤں گا۔ خاص طور پر بیٹہ کرنا ہجرتی۔"

جولیا نا فخر وارنے فون پر مصدقہ کے نبر قائل کیے اور دوسری طرف سے جواب دینے پر لپٹی۔
"متم نے مجھے فون نہیں کیا حالانکہ جانتے تھے کہ میں پریشان ہوں۔"
"مجھے ہنسی آتی ہے تمہاری بوکھلاہٹ پر۔ دوسری جانب سے جواب ملا۔ ویسے مجھے خود بھی حیرت ہے کہ وہ حضرت کیا کرتے پھر رہے ہیں؟"

"کیوں اب کیا ہوا؟"
"گاڑی فروخت ہو گئی۔ سر بہرام بازو دو لا نے خریدی ہے لیکن ڈرائیو اب بھی موجود ہے۔"
"میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ وہ پھر تو بھیک مانگا ہوا نہیں دکھائی دیا؟"
"نہیں۔ بھئی۔ ساڑھے نو ہزار میں سودا ہوا ہے۔"

"کیا سر بہرام پاگل ہے؟ اس کھنارے کے ساڑھے نو ہزار۔۔۔"
"کیا تم نہیں جانتیں کہ سر بہرام کو پرانی گاڑیاں جمع کرنے کا شوق ہے؟"

"ادھر۔"

"دو چپ آدمی ہے۔ بہر حال تم مطمئن رہو۔ وہ حضرت اب بھیک نہیں مانگتے۔ آج ہی دو بہت قیمتی عرصہ میں یہ دیکھا کہ سچ سچ آسانی ہی اس کے لیے ایک بہت پرانی گاڑی خرید کر اس کے اخراجات کے لیے بھیک مانگتا پھرتا۔ جولیا نے کہا۔

"تم غریبی غور کرو اس پر۔"
"کیا کچھ ہے؟"
"پتا نہیں۔ لیکن اس دوران میں ایک انکشاف بھی ہوا ہے۔"

"وہ کیا؟"
"رحمان صاحب۔ اسے شہری سے نکلوا دینے کے ور پہ پہنچ گئے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھتی۔"
"تفصیل کا علم نہیں ہے مجھے لیکن ہے کچھ ایسی بات؟"
"میرا خیال ہے کہ انہیں بھی اس کی حرکت گراں گوری ہے۔ جولیا نے پرتشیش بیچنے میں کہا۔

"سہکتا ہے۔"
"ابھی بہت بہت شکریہ۔" جولیا نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔
لیکن ابھی میز کے پاس سے ہنسنے ہی نہ پانی تھی کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"لو۔ اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔
جواب دینے کی بجائے دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ جولیا کی پیشانی پر سلونٹیں ابھرا تھیں۔
کس کی حرکت ہو سکتی ہے؟ اس نے ریسپونڈ کر تیل پر رکھتے ہوئے سوچا۔

"اؤنہ۔" جیسا سائنز بنکر شانے چمکا کر پرتی مینٹل پیس کی طرف کھڑکی۔ دو قدم بھی نہیں چلی تھی کہ پھر فون کی گھنٹی بجی۔
ہونٹ پیچھنے کر ریسپونڈ اٹھایا۔ اس بار کی کھڑکی نہ کھولی۔ لیکن دوسری جانب سے ایک سٹوکی فراہم سن کر وہ اس باختر ہو گئی۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ عمران کی ٹھکانہ نہ چڑو۔"
"نہیں سر۔"
"لیکن اس کے باوجود بھی۔۔۔"

”مہم۔ میں معافی چاہتی ہوں جناب۔“ وہ دہرائی ہوئی۔
”معاذ اللہ! یہ بات بے حد غلط ہے۔ میں نے یہ نہیں کہا۔“
جولیا کھڑکی پر بیٹھی۔

”مہم۔ دوسری طرف سے آواز آئی یہ سنو! یہ ہے کہ تم
اس کے ہاتھوں اپنی سزا کو پہنچو۔“
”مہم۔۔۔ میں۔“

”خاموشی سے سنو۔“ فرماہٹ خوفناک تھی۔ جولیا کا منہ
لگی۔ خشک ہونٹوں پر زبانیان پھرتے ہوئے اس نے چپیں چپکائیں
اور دوسرے سمت سے نظر ڈال کر ہاتھوں پر ڈھک کر آئے۔

”جولیا! فکس وائر۔“
”میں سر۔۔۔ اس کی آواز کا نہ پتہ ہے۔“
”اب وہ جس طرح چاہے گا تمہیں استعمال کرے گا اور تم
آہٹ بھی نہ کر سکو گی۔“

”مہم۔۔۔ میں۔۔۔ نہیں سمجھتی۔“
جولیا نے دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز
سنی۔ اس کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ وہ تیز کر پیل پر بیٹھ
کر اس نے آنکھیں خشک کرتے وقت سوچا۔

”یہ بھی کوئی زندگی ہے۔۔۔ عمران۔۔۔ جیسا کہ اسے کہنا
استعمال کرے گا اور نہ۔۔۔ دیکھو گی۔“

کچھ دیر پہلے عمران کے لیے جلدی کا جذبہ تھا جس پر
رہا تھا لیکن ایک سوئی لنگھ کر وہ ایسا محسوس کرنے لگی تھی جیسے
عمران کے شعور سے بھی بیزار ہو۔ وہ داشتہ پیر تھی جی ہونے اس کمرے
ہی سے بٹ گئی۔



صفر دانہ دونوں کا تعاقب کر رہا تھا۔ اس بار جولیا کا بانی
کام نہیں تھا بلکہ اس کے لیے براہ راست ایک سوئی طرف سے جا بٹ
تھی اور صفر کو یقین تھا کہ عمران اس ایک آپ میں اسے پہچان
جس کے گا۔

گاڑی اس نے فروخت کر دی تھی لیکن لنگھ ڈرائیو راب بھی
اس کے ساتھ دیکھا جاتا تھا۔ اس وقت تو زیر زمین دونوں موجود تھے
اور لنگھ ہی اسے ڈرائیو کر رہا تھا۔ صفر کی گاڑی اس کے قریب
تھی۔ رات کے ساڑھے بارہ بجے تھے۔ سردی شباب کی تھی۔ جیزنگ
پر صفر کے ہاتھ لگا جیسے عمارت تھے۔ شمال کی برقی بجلیوں
میں سڑت کرتی محسوس ہوتی تھی۔ آخر یہ دونوں کہاں جا رہے ہیں؟

صفر سوتی رہا تھا۔ کیا ایک سوئی کوئی کام عمران کے لیے کر سکتا ہے
لیکن اگر یہ بات ہر طرف کا مات کا انداز غفلت ہوتا۔ تعاقب کا
محکمہ اس طرح دیا گیا تھا جیسے ایک سوئی کو عمران کی موجودہ حالت
کے بارے میں تشویش برپا کر دے اور وہ کسی اس کے متعلق کچھ معلوم کرنا
چاہتا ہو۔ ہر حال اس منظر ادیبہ والی رات سے پیشانی ہی تھا۔ چتا
نہیں یہ دونوں کہاں تک جائیں؟

عمران کی ٹرسٹ پر بھی آبادی کو بہت قریب جیسے جیسے تھی۔ ملکی
فضا میں پہنچتے ہی سردی کا احساس شدید ہو گیا۔ اسی طرح پر آگے
ایک منظر دیکھ کر اسے کھینچا جیسا کہ زیادہ تر مشینوں کا کاروبار
کرنے والے آباد تھے۔ ملک کے کنارے ہی ایک اتھلی ہوئی تھی
تھا۔ مشینوں کی طرف فروخت کے سلسلے میں آنے والے باہر
کے تھوڑے باری ہو یا نہیں تم کرتے تھے۔ ہونے کی تھوڑی حالت ہی
بنا رہی تھی کہ اور سے فیکٹری ٹورسٹ کا شمار تھوڑے کھانچے
کے لیے اسی طرح سے کرتے تھے۔ صفر کا خیال تھا کہ عمران کی

گاڑی شاید وہاں کے کسی کو دے دے اور وہی گرم گرم جانے کی ایک
پیمانی کی ضرورت شدت سے محسوس کر رہا تھا۔ پانچ فرس کا خیال
درست ثابت ہوا۔ احمد پور کے فوج میں داخل ہوتے ہی عمران
کی گاڑی کی رفتار کم ہونے لگی تھی اور پھر ہونے کی سانسے وہ

رنگ بھی لگی۔ صفر کو ایک ایسی سیباہ رنگ کی شوریٹ اور
بھی دکھائی دی جو پہلے ہی سے رنگ کے کنارے موجود تھی۔
صفر نے اپنی گاڑی رنگ سے اتار کر کچھ فاصلے پر روک
دی اور ان دونوں کو پہل میں داخل ہوتے دیکھتا رہا۔ اس نے

ایک گھنٹہ کی گاڑی کی شین بند نہیں کی تھی۔ کچھ دیر اور پھر اس نے
سوئی آف کر دیا اور خود ہی گاڑی سے اتر آیا۔ پورے گاڑی خشک
ہال معمولی گرم کے فوٹو پر مشق تھا لیکن رکھ رکھاؤ اور صفائی کی وجہ
سے دوسرے وہی ہوئوں سے غفلت نظر آتا تھا۔ صفر کا اندازہ

تھا کہ ڈانگ ہال بالکل دریاں ہو گا۔ اس وقت چھٹر آب
ڈیم پر رہا تھا لیکن یہ خیال بالکل غلط تھا۔ دوسری سے زیادہ
میزبان آباد تھیں۔ صفر نے اپنے لیے عمران کے قریب والی میز

مفتوح کی اور اس طرح بیٹھا کہ عمران کی پشت اس کی طرف رہے۔
گوگا ڈرائیو اسے کچھ بکھانے کی کوشش کر رہا تھا اور عمران کا
سر بھی اس طرح ہٹا بیٹھ وہ اس کی بات کچھ گہری جھڑکی رہی

طرح ہٹا بیٹھ وہاں صحت کے لیے مزید اشارے درکار ہوں۔
لنگھ اپنے حق سے گلے پکڑی آواز بھی نکالتا جاتا تھا۔
صفر نے دیر کو اشارے سے بھاگ کر لانی لائے تو کہا۔

صفر نے دیر کو اشارے سے بھاگ کر لانی لائے تو کہا۔

عمران کی میز کے قریب ہی ایک دھڑلے کا اور پھر جب وہ
اس کا آرڈر لے کر واپس جا رہا تھا۔ ایک آدمی سے ٹکرائی جو تیزی
سے عمران کی میز کی طرف بڑھ رہا تھا۔

”اندھے ہو! وہ غمراہ۔“
”معافی چاہتا ہوں جناب۔“ دیر گز رہا یا اور وہ آدمی
مزید کچھ عمران کی طرف بڑھ آیا۔

صفر نے اسے گڑی کھینچ کر عمران کے قریب بٹھنے دیکھا۔
”آپ نے نہیں دیکھا ہے؟“ اس نے عمران سے
پوچھا۔ فاصلہ اتنا زیادہ نہیں تھا کہ صفر کی لنگھ نہ دیکھ سکتا۔

”میں صرف بیٹھا تھا ہوں۔“ عمران کا جواب تھا۔
”جی وہ تو میں بھی دیکھ رہا ہوں۔“ میرا مطلب تھا آٹا بھرنے
”ذرا صبر ہے عمران نے اسے گلے پر لاد کر دیا۔

”جی۔۔۔“
”آٹا بھرنے سے مجھے کوئی ڈیڑھی نہیں۔ میں خوب صبر
اور جاندار صبر کی تلاش میں نکلا ہوں۔“

”آپ دوسری ہیں؟“ اس نے پوچھا۔
”ذرا صبر کچھ بیٹھ کر میرا سا حق لنگھ ہے۔“
”کیا آپ سبیدہ نہیں ہیں جناب؟“

عمران نے بڑے نرمی سے ایک گڑی نکال کر میز پر بٹھنے
بجڑے کہا۔ ”میں بہت بڑھکھا ہوں۔۔۔ دیر گز رہا۔“
”نہ بٹھنے جناب۔ اسے جیب میں رکھ لیں۔ رات

کا وقت ہے۔ اس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
صفر نے دیکھا عمران نے بڑی بے پروائی سے وہ
گڑی چٹلون کی جیب میں محسوس کی ہے۔ اتنے میں ان کی میز پر

چائے کی ترے آگئی۔
”نہیں شکریہ! اجنبی بولا۔“ میں ابھی اپنی چمکا ہوں۔
آپ لوگ شوق فرمائیں۔“

”یار مارو گئی۔“ نہیں چہتے چائے واسے۔۔۔ قیمت ادا
کیے دیتے ہیں۔ عمران مضطربانہ انداز میں بولا۔
”فتانت جناب۔ آپ نگر نہ کیجئے۔“ اطمینان سے چائے

پی لیجئے۔“ اجنبی بولا۔
”میں دیر چٹلون پر سے گا۔“ عمران نے پوچھا۔
”میں محض ڈی ڈور۔“

”ادھر۔ لیکن میری گاڑی تو میرے ہے۔ آپ کا کیا ہو گا؟“
”میرا اپنی گاڑی موجود ہے۔ اور میں آپ لوگوں کو اپنی ہی

گاڑی میں لے چلوں گا۔“
”کیا ہر ایک محض آپ ہی کے توسط سے وہاں پہنچ سکتا
ہے؟“ عمران نے پوچھا۔

”جی نہیں۔ جو جانتے ہیں خود ہی پہنچ جاتے ہیں۔“
”خیر۔ خیر صاحب اب مجھے جلدی سے چائے
پی لینے دیجئے۔“

صفر نے دیکھا کہ وہ جلدی جلدی چائے کے گھونٹ
لے رہا ہے۔
دوشت کے اندر اندر وہ کہیں اور جانے کے لیے اٹھ گئے۔

صفر اس وقت اٹھا تھا جب وہ دروازے سے نکل رہے تھے۔
پھر اس نے انہیں سیباہ شوریٹ میں بیٹھنے دیکھا۔
کچھ دیر بعد صفر ان کا تعاقب کر رہا تھا۔ شوریٹ کی

رفتار کافی تیز تھی۔ صفر مطمئن تھا کہ وہ کسی ایسی جگہ جا رہے تھے
جہاں واقفیت رکھنے والے کسی کی رہنمائی کے بغیر بھی پہنچ سکتے
تھے۔ یہ بات اسے اجنبی ہی کی زبان معلوم ہونے لگی تھی۔۔۔ مشکل سے

یہ سفر دس منٹ تک جاری رہا ہو گا۔ شوریٹ پینڈ ہو کر سے
چلتے راستے پر تیزی تھی اور تھوڑی ہی دور جا کر رگ کی تھی۔ چاروں
طرف گہرا اندھیرا تھا۔ صفر نے بھی اپنی گاڑی شوریٹ کے برابر

ہی روکی تھی اور ان تینوں کے قریب چلتے دکھا تھا۔
کچھ دیر چلتے کے بعد پانچ گھنٹہ میں سے ایک دکھا تھا۔
”کون ہے؟“ صفر نے آواز مٹی۔

لیکن یہ عمران کی آواز نہیں تھی اور اس کا سا حق تو لنگھ تھا۔
یقیناً یہ اجنبی ہی ہو سکتا تھا۔ وہی تھا کہ صفر کچھ دیر پہلے اس
کی آواز سن ہی چکا تھا۔

”چلتے رہو۔“ صفر بولی ہوئی آواز میں غمراہ۔
اجنبی ہی کے ساتھ عمران اور اس کا سا حق ہی رگ گئے تھے۔
اتنی دیر میں صفر بھی ان کے قریب جا پہنچا۔

”آپ کون ہیں جناب؟“ اور اس طرح کیوں پیش آ رہے ہیں؟
”میں کہتا ہوں چلتے رہو۔“ صفر بولا۔
”اور کیا؟“ اندھے میں ہم کیوں کسی کو پہچاننے کی کوشش

کر رہے۔ مسافر تو ایک ہی راستے کے ہیں۔ عمران بڑی گھبراہٹ آواز
میں بولا۔
”خیر صاحب! اجنبی بڑھایا اور وہ پھر چلتے لگا۔

اب صفر کو یاد آیا کہ اس طرف ایک بہت بڑا ریٹ
ہاؤس بھی ہے جسے کوئی غیر ملکی صورت چلاتی ہے۔ شہر کے تاجر

اور دوسرے معروف پیشوں کے لوگ تعطیل گزارنے کے لیے
افراسی طرنت آتے ہیں۔ ریٹ باؤس کا نام اس کے ذہن سے
بھل گیا تھا۔ تصویر ہی وہ دیر بعد حیرت انگیز
باؤس کی عمارت کے سامنے کھڑے تھے۔ ادراک مسدود
میں کسی قسم کی بھی چپکلی سٹ باقی نہیں رہی تھی۔ البتہ وہ سوچ رہا
تھا کہ اگر اسے پہلے سے معلوم ہو تاکہ لوگ یہاں آئیں گے تو
وہ اپنی گاڑی وہاں نہ چھوڑے تاکہ دوسرے راستے سے سیدھا
نیت چلا آتا۔ حالانکہ پہلے ہی سے کی گاڑیاں پارک تھیں۔ وہ انہیں
تھپتھپے ہوئے خود آگے بڑھتا چلا گیا۔ پھر جہاں مدد تھی۔ وہ
سوچ رہا تھا کہ آخر وہ لوگ سیدھے راستے سے کیوں نہیں آئے؟
اس طرح وہ سیدھا رنگ کی شوروم عمارت تک آ گئی۔ پورج سے
اُتر کر وہ بال میں داخل ہوا۔ یہاں ایک مختصر سفید جامدورت
کاؤنٹر پر نظر آئی۔ اس نے صبر سے سکھوڑ مسدود کا جائزہ لیا تھا۔
بال میں اس عمارت کے علاوہ اور کوئی نہ دکھائی دیا۔ مسدود کا کاؤنٹر
کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ان کی تقلید کی تھی اور نہایت اطمینان سے ان کے پیچھے پیچھے
خود بھی بیٹے کے لئے کر کے اوپر جا رہا تھا۔
ایک بالکنی میں بیٹوں کا اقسام بچرا۔
اب وہ ایک بڑے کمرے میں تھے جہاں دھندلے شید
لگے ہوئے لب روشن تھے اور موٹی سی عورت ایک آرام گری
پر پڑی اور گھبراہٹ مٹی۔ مصد نے محسوس کیا کہ اب اجنبی خود اس
کی طرف سے ہے۔ وہ بالکل آرام ہے۔ اندر سے میں پہلے وہ اس
کی شکل کو دیکھ رہا ہوں گا۔ دوسری بار دشمنی میں دونوں کا فز کے
قریب ملے تھے۔ وہ اسے بڑی محبت کا کوئی شتاسا بھی ہوگا۔
”تم سر رہی ہو گی؟“ اجنبی نے بڑی محبت کا شا دہلا
کہا۔

”مہم۔۔۔ میری کچھ میں نہیں آتا۔“
 ”کیا کچھ میں نہیں آتا؟“ اجنبی پوچھا۔
 ”اے سبھی تو ایک سے ایک ہیں۔“

بیکر کر دیا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ چنانچہ کئی دن تک ٹھہرنا پڑے۔
اس نے ٹھہرے ٹھکانے اور دوائیں جاننے والی کھڑکی کا شیشہ
جس پر کڑا کر سیٹ کی پشت گاہ سے ٹک گیا۔
کھڑکی تین یکساں تھی۔

گولی مار ڈال گا۔ درد وہی ٹھہرے۔ مہمان ہو۔ عمران نے کسی کی غزہ ہٹ گئی۔
 "کوٹ تو رہا نہیں کرو پیارے۔ سس سردی لگ رہی ہے۔ عمران نے کہا۔
 "مگر تم نے انتہائی شور مچا دیا معلوم ہوتے ہوئے۔
 "یار شوگر کہہ لو یا آدمی! دو ٹونے ایک ساتھ۔ ناگھن۔
 "لگ کوٹ۔۔۔ پیارے بھائی!۔
 عمران نے آواز بچان لی تھی۔ وہی ہو سکتا تھا جو اسے بھول سے ریسٹ ڈاؤن تک سیارہ شورش میں لگا تھا۔
 اس نے اس کا متحرک سیرا اپنی طرف دیکھا دیکھا لیکن چپ چاپ وہیں کھڑا رہا۔ چپ چاپ کہیں اب اس کے دانتوں کے نیچے تھا اور وہ اسے آہستہ آہستہ کیلے رہا تھا۔ غلطی بالکل ہی قریب آگیا اور عمران نے محسوس کیا کہ گولی مار دینے کی دھمکی بھی نہیں تھی صبح بچ اس کے ہاتھ میں رہا اور تھا۔
 "لگ۔ کوٹ۔ مشورے سے دانت بچ رہے ہیں۔ عمران لپک پاتی بھرتی آواز میں بولا اور دوسرے ہی لمحے میں اپنی اچھل کر دوڑ پڑا۔ اس کا ریلوے ریل کے بائیں ہاتھ میں تھا اور اب ضرورت اس بات کی تھی کہ وہ اپنا دانتا ہاتھ کی دیر تک سہلا تاکہ نہ کوئی زخمی ہو جائے۔ اسی لمحے وہی گولی کا تپ بھرا تھا۔
 "میرا کوٹ چپ چاپ میری طرف آچھا اور درد میں بھی نامعقول کھلنے کے استغاث سے واقف ہوئی۔
 دوسرے ہی لمحے میں کوئی چیز اچھل کر اس کی طرف آئی اور اس نے اسے بائیں ہاتھ سے پھانسا لیا تھا۔ اس کا کوٹ ہی تھا۔ عمران آہستہ آہستہ اپنی طرف بڑھا۔ اس دھیمے کا شفق کے طوفان میں وہ بھول کے قریب سے ہٹ آئے تھے اور اب کھلی اندھیر سے میں تھے۔
 "کیوں دوست! آؤ اس کو کھلا بٹ کی ضرورت کیوں نہیں آتی تھی؟ عمران نے اس کے قریب پہنچ کر آہستہ سے کہا۔ وہ اب بھی زمین پر چلا بیٹھا تھا۔
 "وہ قیلا آدمی تھینا تھا اس کی ہمتا۔ تم کچھ گھبرا کر ناچا ہے ہو۔" اپنی غزایا۔
 "مگر تیرے آدمی کی بات کر رہے ہو؟
 "وہی ہیں میرے گاڑی کے قریب اپنی گاڑی روکی تھی اور شاید وہی تھا جسے ہل کے گاڑی کے قریب دیکھا تھا۔
 "مجھے تو کسی کامی ہوش نہیں۔"

"ما دام نے تپا یا کہ وہ ان کے لیے اپنی ہمتا۔ اس سے پہلے بھی انھوں نے اسے دھت ڈاؤن میں نہیں دیکھا تھا۔
 "تو پھر میں کیا کروں؟"
 "تھرا معاملے کا دینے کے بعد میں نے ما دام سے اس کے بارے میں پوچھا تھا۔ انھوں نے لاٹھی خابری کی پھر میں اس کے چپ چاپ اپنا گاڑی چھوڑی تھی۔ اس کی گاڑی موجود نہیں تھی۔ میں نے اپنی گاڑی اشارت کرنا چاہی لیکن نہ ہوئی۔ جانتے ہوئے تھے کہ گاڑی پر ڈر کے لیے انٹرنیٹ کی کال ہے تھی۔ اب بتاؤ۔۔۔ میں کیا کھوں؟
 "جوتھرا ڈال جا ہے کھو۔ مجھے خراخراہ کیوں بوز کر رہے ہو؟"
 "کیا تم وہاں سے بیان تک پھیل آئے ہو؟ اپنی غزایا۔
 "چلو یہ کوئی کھو نہیں زخمی ہو کر بھاگ نکلتا۔ میرا ساتھی ابی وہی رہا گا۔ وہی بھگت تو مجھے بیان لایا تھا۔
 "تم بھرتے ہو؟"
 "چلو اس سے سی کی فرق پڑتا ہے۔ میں تو جا رہا ہوں۔
 "تم اس سے سب کچھ پوچھ لینا وہ حرام زادہ تو شاید صبح تک وہی رہے۔"
 "تم یہاں سے واپس زندہ نہیں جا سکتے۔ درد تھلا چکر کیسے ہے؟"
 "اچھی بات ہے۔ اٹھو۔ میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔
 "میں کیوں خراخراہ ان پکڑوں میں پڑوں؟"
 "یعنی ہے کوئی پکڑ؟"
 "بالکل ہے۔ تم اٹھو تو بتاؤ۔"
 "ابھی اٹھ کر بھاگتا ہوں لیکن شاید اس نے اب بھی اچھا بھرا ڈبہ رکھا تھا۔
 "ہوئی میں چلو۔ عمران نے کہا۔
 "نہیں۔ یہیں بتاؤ۔ میرا لکیر اس قابل نہیں ہے کہ فوری طور پر دھن میں جا سکوں؟
 "اچھی بات ہے تو سنو۔ میرا ساتھی تمہارے بیان کی ایک لڑکی کو ریسٹ ڈاؤن سے نکال سے جاتا چاہتا ہے۔
 "کس کو؟"
 "وہی کامی اس نے انتخاب کیا تھا۔
 "کیا وہ بھی اسے ہانتی ہے؟"
 "یہ سب کچھ میں نہیں جانتا۔ آج ہی شام کو تو ہم دونوں

دوست بنے تھے۔
 "اب آج سے پہلے تم اسے نہیں جانتے تھے۔
 "کھلی نہیں۔"
 "تم تھرا سے ساتھ رہا نہیں آیا؟"
 "نہیں یہاں۔۔۔ اور وہیں ڈر کے مارے بھاگ آیا۔
 "میں نے سوچا کہ میں کوئی بڑا لکیر نہ ہو جائے کہ خراخراہ بند سے بند سے چریں۔
 "مگر کچھ رہے ہو؟"
 "بالکل۔"
 "اچھا تو پھر مجھے اپنی گاڑی میں واپس لے چلو۔
 "کیوں؟ تم یہاں آئے تھے کیا؟"
 "نہیں۔ ایک ڈرائیور سے بھٹ لی تھی۔ نہیں۔۔۔
 "لاؤ میرا لکیر اور واپس کرو۔ دینے تم بہت بھرتے تھے۔"
 "اس سے میں کیا؟ عمران نے خاک مارا انداز میں کہنے پڑے ریلوے کمرال سے پکڑ کر اس کی طرف بڑھا رہا۔
 "پھر اس کا ہاتھ پھوٹنے کے لیے بڑھا ہی تھا کہ ریلوے کا دست پوری قوت سے اس کی کپڑی پر پڑا اور وہ آواز لگنے لپھر ہی پکڑ کر ڈھیر ہو گیا۔ عمران دوسرے ہی لمحے میں ریلوے کو اپنے دروازے سے صاف کر دیا تھا۔ وہ اس پر اپنی آنکھوں کے نشانات کیڑے کھینچ رہا تھا۔ ریلوے اس کی قریب ڈال کر وہاں سے چلی پڑا۔
 "تو کبھی اشارت کی اور قاضی تیرا قاضی کے ساتھ شہر کی جانب روانہ ہو گیا۔ سڑک سنسان تھی اس لیے سافٹ حلری نے ہلکا تھی۔ سانا پیس کے پھاٹک پر جوتھرا موجود تھا۔ عمران کو دیکھ کر اس نے دانت نکال دیے۔
 "سب ٹھیک ہے۔ عمران نے گاڑی سے سر نکال کر پوچھا۔
 "سب ٹھیک ہے اس! اپنے گھر گئے کے ساتھ ایک اجنبی اور ایک بے ہوش لڑکی بھی۔
 "ہاں۔ ہاں۔ عمران گاڑی کو آگے بڑھاتا چلا گیا۔
 "صفر نے شست کے کرے میں ملا تات پڑی۔
 "لڑکی اب تک ہوش میں نہیں آئی۔ صفر بولا۔
 "کیوں اس کو گئے تھے شہر؟ دبا رہا ہو۔ سانس پل رہی ہے یا نہیں؟"
 "سانس ہے تاکہ نہیں۔ جسم بھی معمول کے مطابق ہے۔
 "میں تو یہ کہہ چاہیے۔ کیا تم اسے پندرہ گے کہ وہ ہوش میں آکر تھرا داماش چاٹا شروع کر دے کہ انکم مجھے توبہ ہوش خاتون

اچھی لگتی ہیں۔
 "تو یہ اعتراض بالکل کس ہے؟
 "بات تو یہ کہ اس ی ہے۔ بہت پا پڑنے پڑے ہیں۔
 "اس کے لیے جیک تک مانگا تھا نہیں؟
 "لیکن۔۔۔ جیک۔۔۔ جیک تو آپ اپنی کھانا لاکے لیے میں نے ہی منانا تھا۔
 "آؤ دیکھیں۔ عمران اس کا شانہ چمک کر بولا۔ ہوش میں آنے کے بعد کبھی لگتی ہے؟
 "میں لگ سے تعلق رکھتی ہے؟"
 "ساری روکیاں صرف لگ دل اور شہر آرزو سے تعلق رکھتی ہیں۔ اسے ہیش یا درکھو۔
 "ادھر۔ پڑے کروا لگ ہو رہے ہیں آج کل۔
 "عشق کے لیے لصاب ترتیب دیتا ہوں۔۔۔ خود کھی قابل نہیں۔"
 "آپ نے مجھے میک آپ میں کیسے پہچان لیا تھا؟"
 "دل کو مدد سے راہ ہوتی ہے۔ دینے تمہارے میکٹر صاحب نے فرمایا تھا کہ وہ میری حفاظت کے لیے اندر و کمر۔۔۔ نہیں روانہ فرما رہے ہیں۔
 "آؤ پکڑ کیسے ہے؟"
 "پکڑ بھی وہی حضرت ملائیں۔ یہاں تو مطلب کھین سے ہے۔
 "اس لڑکی کی کاشمیر کی تھی؟"
 "یہ لکھان دکھاؤ۔ بہت ہے تو اس سے پوچھ لینا۔"
 "کیسے کی تلاش کا کام ہو رہا نہیں پتا کتنے تھے؟"
 "یہ سوال تم خود اپنی صلاحیتوں سے کرو۔ میں بھلا کیا کر سکتا ہوں؟ صفر بڑا سا نشہ کر رہا تھا۔
 "دلکش عمران چمک کر بولا۔ لیکن یہ خیال ہے کہ اب بیان تمہاری موجودگی ضروری نہیں۔
 "میں ایکسٹو سے پوچھ جیتا ہوں۔
 "میں نہیں آپ تشریف لے جاتے ہیں۔
 "اچھی بات ہے۔ صفر مس پڑا۔
 "وہ کبھی تھا شاید عمران نے مزاحیہ بات کہی تھی لیکن عمران کی سبیدگی میں درد برابر بھی فرق نہ پا کر وہ چپ چاپ دروازے کی طرف فرار کیا۔
 "صفر نے عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ اس بار تم تھرا واپس نہ جا سکو گے۔"

کا سوال کب پیدا ہوتا ہے؟
 "غیر غیر۔ جاؤ۔ مجھے کچھ ضروری کام انجام دینے ہیں۔"
 "ذیقہ۔ میں آپ سے صوف سے معلوم کرنا چاہتی ہوں
 کہ آپ تو آپ انہیں رہنے دیں گے؟"
 "فصل بائیں ذکر۔ جاؤ۔"
 "تربا پر اساتذہ بنانے لائیں یہی سے چلی گئی تھی۔
 رحمان صاحب ٹیلیفون والی میز کے قریب کھڑے کچھ سوچ
 رہے تھے۔ آنکھوں سے گہری تشویش ہو رہی تھی۔ آخر انہوں نے کسی
 کے جبراً اٹھائے اور ماؤ تھوڑی سی ہوئے۔
 "ہلو۔ رحمان اسپیکنگ۔۔۔ معلوم کرو کہ کون سی ہیرا میں
 وقت کہاں ہے؟ میں منٹ کے اندر اندر مجھے مطلع کرو۔۔۔ اچھا۔۔
 سلسلہ منقطع کر کے وہ پھر بیٹھ گئے۔
 ایک منٹ بھی نہیں گزرا تھا کہ دوسری طرف کی گھنٹی بجی۔۔۔
 "رحمان! آنکھوں نے سیرور اٹھا کر ماؤ تھوڑی سی کہا۔
 "ہولڈ آن کیجئے۔ جناب! سر سلطان گفتگو کرنا چاہتے
 ہیں۔ دوسری طرف سے کہا گئی اور رحمان صاحب جبراً سامان کرنا
 کر رہ گئے۔
 ذرا ہی دیر بعد دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میرور رحمان
 ... اور لڑ جائے۔"
 "ہیلو۔۔۔"
 "قابلم سمجھی گئے ہو گئے کہ بے وقت کیوں تکلیف دی
 ہے؟ دوسری طرف سے کہا گیا۔
 "میں نہیں سمجھا۔"
 "تمہارا محکمہ مران کے معاملات میں دخل نہ دے
 تو بہتر ہے۔"
 "سلطان! یہ میری ذمہ داری ہے۔ کیا تم پسند کرو گے کہ
 تمہاری اولاد دوسری شخص کی ملکیت مانگتی ہو جسے... میں اب اسے
 یہاں نہیں رہنے دوں گا۔"
 "وہ میرے خلیفے کے ایک خلیفے کے لیے کام کر رہا ہے۔
 اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں کر سکتا۔"
 "تم تو اب بھی اس کی تباہی کا باعث بنے ہو۔۔۔ رحمان
 صاحب خزا۔۔۔"
 "بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔ فی الحال وہ ایک ذمہ دار آدمی ہے۔
 رحمان صاحب نے مزید کچھ نہیں فرمایا سلسلہ منقطع کر دیا۔
 فرد آبی پھر گھنٹی بج اٹھی اور رحمان صاحب کچھ ایسے

انداز میں فون کی طرف پلٹے تھے جسے اسے اٹھا کر بیچ دی گئی
 لیکن انہوں نے سیرور اٹھا کر کان سے لگایا۔
 "ہیلو۔۔۔ رحمان۔۔۔"
 "یہی ہیرا میں اس وقت چپ چاپ کے ڈانٹک ہال میں
 اپنے اجاب کے ساتھ موجود ہے جناب۔ دوسری طرف سے
 آواز آئی۔
 "ٹھیک ہے۔۔۔ شکریہ۔ رحمان صاحب نے سلسلہ
 منقطع کر دیا۔
 اس کے بعد ایک بار پھر وہ کسی کے جبراً اٹھائے کرتے ہوئے
 نظر آئے۔
 "فیاض! آنکھوں نے ماؤ تھوڑی سی کہا کہ میں رحمان
 ہولڈ آن کروں! اس پر بہت کوس کے حال پر پھر وہ لیکن اس
 بات کا خیال نہ کر اس نے کسی طرح سر ہیرا تک رسائی حاصل
 کر لی ہے۔
 "تمہارا چھانٹو ہیرا جناب! دوسری طرف سے آواز آئی۔
 "میرا خیال ہے کہ اپنے خلیفے کے مفاد کا خیال رکھتے ہوئے
 کوئی قدم اٹھاؤ۔ محکمہ خارجہ نے میرا اس کی خدمات حاصل کر لی ہیں۔"
 "لیکن محکمہ خارجہ کا اس معاملے سے کیا تعلق؟"
 "دیکھا جائے گا۔ تم فی الحال اس کا خیال رکھو کہ اس
 مردود سے ٹکراؤ نہ ہونے پائے۔"
 "کافی دشواریاں پیش آئیں گی جناب۔ میں نے ان حضرت
 کو شہر سے ہٹا دینے کے لیے سارے انتظامات مکمل کر لیے تھے۔"
 "فی الحال یہ نامکن ہے۔ محکمہ خارجہ سے وارننگ
 مل چکی ہے؟"
 "بہت بہتر جناب۔"
 رحمان صاحب نے سلسلہ منقطع کر دیا۔
 رانا پتیس میں مران جو زوت اور گونگے کے علاوہ مضر
 بھی موجود تھا لیکن اب وہ میک آپ میں نہیں تھا لیکن جیتہ وہ
 مردود تھا کیونکہ مران نے تذکرہ ہی ایسا نہیں رکھا تھا۔
 "ہاں۔۔۔ تو تم۔۔۔ اس پر غور کرو گے۔ وہ تمہارے
 ہی لیے اٹھا کر لائے گئے۔ تم اس کے ایک ایسے چاہنے والے
 ہو کہ پھر اسے دوسری سے دیکھتے رہے ہو۔۔۔ کاروبار یہاں
 کے ایک فراہم کردہ ہو۔۔۔ کیا گئے؟"
 "کیا میں صورت سے کوئی فراہم کردہ لگتا ہوں؟ مضر

نے یہ چاہا۔
 "گئے کو تو بہت اچھے گئے ہر لیکن فی الحال تمہارا
 فراہم کردہ ہی ہونا کافی ہے اور یہ عمارت یعنی رانا پتیس تمہاری ہی
 ملکیت ہے۔ ہر سب تو تو کر چکا ہے۔"
 "آخر معاملہ کیا ہے؟"
 "میرا کچھ کیا جا رہا ہے۔ کان ڈاکر کرو۔۔۔ ورنہ تم مجھے
 تو جانتے ہی ہو۔ مران اسے تیرے نظروں سے دیکھتا ہوا ہوا۔
 "پیرور مضر! مضر! ہاتھ جوڑ کر ہوا! غلام حاضر ہے۔"
 "ٹھیک۔۔۔ تو۔۔۔ سنو۔۔۔ تم نے اسے کچھ سال
 ڈسٹرڈم کے ہوٹل پائیلو میں دیکھا تھا اور ہزار مران سے عاشق
 ہو گئے تھے۔۔۔ اس کے بعد سے تم اس کا تعاقب کرتے رہے
 ہو۔۔۔ کیا گئے۔۔۔؟"
 "کچھ گئے۔۔۔ پیرور مضر۔"
 "سینڈنگ! اختیار کرو۔"
 "میرور سیدہ کروں۔۔۔ کو آج ایسے دربار سے نہیں ملے
 ہو رہی ہے۔ اب۔۔۔ واد۔۔۔ ہو جائے قرانی۔"
 "ہی۔۔۔ جاؤ۔ وہ بیٹر دم خبر سنا میں موجود ہے۔"
 بیٹر دم خبر سنا کا مطلب تھا ایک ہی اساتذہ گاہ
 جس سے برآمد ہونے کو بھی دل ہی نہ چاہے۔۔۔۔۔ وہاں کیا
 نہیں تھا؟
 نام تھا بیٹر دم لیکن حقیقتاً ساری مزدوریاں پوری
 کرتا تھا۔ تین کروں کا ٹوٹ تھا۔
 مضر نے لڑائی کر دیکھا اور محسوس کیا جیسے پہلی بار دیکھا
 ہو۔ حالانکہ یہ ہر جی کی حالت میں بھی کافی دیر تک اسے دیکھ
 چکا تھا۔
 وہ مضر کو دیکھ کر ڈرنگ نہیں سے اٹھ گئی۔
 مضر دروازے کے قریب ہی دنگ گیا تھا۔
 "تم کون ہو؟ لڑائی نے جا رہا تھا انداز میں پوچھا۔
 "میرے بارے میں کچھ معلوم کر کے تمہیں خوش ہوگا۔
 ہو سکتا ہے میں تمہارے لیے اجنبی ہوں لیکن تم میرے لیے
 اجنبی نہیں ہو۔۔۔"
 "کیا مطلب؟"
 "میں نے تمہیں کچھ سال ڈسٹرڈم کے ہوٹل پائیلو
 میں دیکھا تھا۔ اس کے بعد سے اب تک تمہارا تعاقب ہی
 کرتا رہا ہوں لیکن تمہارا طرز زندگی مجھے کسی طرح بھی پسند نہ

آیا لہذا نتیجے کے طور پر تم خود کو یہاں دیکھ رہی ہو۔"
 "یہ تمہارا مکان ہے؟"
 "ہاں۔۔۔ اسے اپنا ہی سمجھو۔"
 "وکی کسی سوچ میں پڑ گئی پھر بولی۔ تم کیوں میرا تعاقب
 کرتے رہے تھے؟"
 "دلیرانہ بہن کچھ لو۔"
 "تم نے ایک بہت بڑے مجرم کا ارتکاب کیا ہے۔
 اگر میرے ملک کے سفارت خانے کو تمہاری اس حرکت کی
 اطلاع ہو جائے تو تم کہاں ہو گے؟"
 "محبت کرنے والے کسی قسم کی بھی سزا سے نہیں ڈرتے۔"
 "اوہ! اس کے سونٹوں پر عجیب سی مشکبابت نظر آئی۔
 لیکن پھر پشیمانی پر سونٹوں! میرا نہیں اور پھر پشیمانی اس طرح ٹکڑ
 گئیں جیسے نالیندہ بہترین صورت حال سے ساقط ہو۔
 مضر نے اپنے چہرے پر امید دیکھ کے تاثرات پیدا
 کرنے کی کوشش کی اور قابا اس میں کامیاب بھی رہا تھا۔
 "مجھے دم آتا ہے تم تو لوگوں پر۔ لڑائی کچھ دیر بعد خوشگوار
 بیس میں ہوئی۔
 "آئی پیا بیس۔ میں نے تمہارے لیے بیس ڈکھائی ہے۔
 "مجھے تمہارے دکھوں سے دلچسپی نہیں لیکن تمہارے
 بیس کی کوئی سزا نہ دیکھوں گی کہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ تمہاری زندگی
 کچھ دھماکے سے بندھی ہوئی ہے۔"
 "میں نہیں سمجھا۔"
 "نہیں کچھ سکو گے۔ کوشش ہی کر تو یہ نامکن ہے۔"
 "کیا میں نے ایسا کر کے کچھ اور لوگوں کی دشمنی بھی مول
 لی ہے؟"
 "یقیناً چتا نہیں کب تم سب مارے ڈالے جاؤ گے۔
 لہذا میرا ایک مشورہ یہ ہے کہ آج رات کو نہایت خاموشی
 سے مجھے ریت ڈالیں تک پہنچاؤ۔"
 "ابھی جان پر کھیل کر میرے آدمی وہاں سے لائے تھے۔"
 "کچھ سمجھو۔۔۔ اب ان کی زندگیاں خطرے میں ہوں
 گی یقین کرو۔"
 "آخر کیوں؟ کس طرح۔۔۔ میں نے۔۔۔ میرا خیال ہے
 کہ تمہیں ہمیشہ تمہاری دیکھا ہے۔"
 "وکی نے طویل ماسلی۔ مضر نے محسوس کیا جیسے
 اس کے خلیے نے کسی معاملے میں اسے مطمئن کر دیا ہو۔ پھر سے

پر کچھ دیر پہلے نظر آنے والا کیا رخصت کیا تھا۔
"نہیں سمجھا: صدف سر ہار کر بولا۔

"کیا گئے؟"
"تم ایسے گروہ کے چکر میں پڑ گئی ہو جو روکیوں سے

بڑے کام کو راتا ہے۔"
وہ کچھ نہ بولی۔ صدف کہتا رہا: "لیکن تمہیں قطعی غاف

نہ ہونا چاہیے کہ انہیں اپنے ملک میں اس کا صفایا کرنے کی
قدرت رکھتا ہوں۔"

"تم آخر ہر کوئی؟"
"ایک سیلانی آدمی۔ اگر پچھلے سال تمہیں نہ دیکھا ہوتا

تو اس سال میرا قطب شمالی کا پروگرام ہوتا۔"
"کیا مطلب؟"

"پچھلے سال سے صرف تمہارے پیچھے مارا مارا چھڑتا رہا
ہوں۔ اب یہ میری خوش قسمتی ہی تھی کہ تم میرے ہی ملک

کو منتخب کیا۔"
"نہیں بھی تو تمہاری ہی طرح ایک سیاح ہوں؟" وہ بولی۔

"لیکن یہ کام...؟"
"میری نظروں میں اس کی کوئی اہمیت نہیں۔۔۔ بتاؤ

کے لیے بیرون کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں کروڑ پتی تو ہوں نہیں؛
اگر کچھ حق تم کے لوگ اپنی ضروری دیر کی خوشی کے لیے میری

مزدوریات پوری کرنا چاہتے ہیں تو یہ کیا کرنا ہے؟"
"میرے خدا۔ تم کسی باتیں کر رہی ہو؟"

"میں بیسویں صدی میں پیدا ہوئی ہوں۔۔۔ ہر دور
کی اصلاحات؟"

"ہیں۔۔۔ میں۔۔۔ صدف اٹھ اٹھا کر یاس انگیز بیٹھے
میں بولا: "آپ آگے کچھ نہ کہو۔ ہم مشرقیوں کا معیار اس سے

پر کچھ دیر پہلے نظر آنے والا کیا رخصت کیا تھا۔
"نہیں سمجھا: صدف سر ہار کر بولا۔

"کیا گئے؟"
"تم ایسے گروہ کے چکر میں پڑ گئی ہو جو روکیوں سے

بڑے کام کو راتا ہے۔"
وہ کچھ نہ بولی۔ صدف کہتا رہا: "لیکن تمہیں قطعی غاف

نہ ہونا چاہیے کہ انہیں اپنے ملک میں اس کا صفایا کرنے کی
قدرت رکھتا ہوں۔"

"تم آخر ہر کوئی؟"
"ایک سیلانی آدمی۔ اگر پچھلے سال تمہیں نہ دیکھا ہوتا

تو اس سال میرا قطب شمالی کا پروگرام ہوتا۔"
"کیا مطلب؟"

"پچھلے سال سے صرف تمہارے پیچھے مارا مارا چھڑتا رہا
ہوں۔ اب یہ میری خوش قسمتی ہی تھی کہ تم میرے ہی ملک

کو منتخب کیا۔"
"نہیں بھی تو تمہاری ہی طرح ایک سیاح ہوں؟" وہ بولی۔

"لیکن یہ کام...؟"
"میری نظروں میں اس کی کوئی اہمیت نہیں۔۔۔ بتاؤ

کے لیے بیرون کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں کروڑ پتی تو ہوں نہیں؛
اگر کچھ حق تم کے لوگ اپنی ضروری دیر کی خوشی کے لیے میری

مزدوریات پوری کرنا چاہتے ہیں تو یہ کیا کرنا ہے؟"
"میرے خدا۔ تم کسی باتیں کر رہی ہو؟"

"میں بیسویں صدی میں پیدا ہوئی ہوں۔۔۔ ہر دور
کی اصلاحات؟"

"ہیں۔۔۔ میں۔۔۔ صدف اٹھ اٹھا کر یاس انگیز بیٹھے
میں بولا: "آپ آگے کچھ نہ کہو۔ ہم مشرقیوں کا معیار اس سے

پر کچھ دیر پہلے نظر آنے والا کیا رخصت کیا تھا۔
"نہیں سمجھا: صدف سر ہار کر بولا۔

"کیا گئے؟"
"تم ایسے گروہ کے چکر میں پڑ گئی ہو جو روکیوں سے

بڑے کام کو راتا ہے۔"
وہ کچھ نہ بولی۔ صدف کہتا رہا: "لیکن تمہیں قطعی غاف

نہ ہونا چاہیے کہ انہیں اپنے ملک میں اس کا صفایا کرنے کی
قدرت رکھتا ہوں۔"

"تم آخر ہر کوئی؟"
"ایک سیلانی آدمی۔ اگر پچھلے سال تمہیں نہ دیکھا ہوتا

تو اس سال میرا قطب شمالی کا پروگرام ہوتا۔"
"کیا مطلب؟"

"پچھلے سال سے صرف تمہارے پیچھے مارا مارا چھڑتا رہا
ہوں۔ اب یہ میری خوش قسمتی ہی تھی کہ تم میرے ہی ملک

کو منتخب کیا۔"
"نہیں بھی تو تمہاری ہی طرح ایک سیاح ہوں؟" وہ بولی۔

"لیکن یہ کام...؟"
"میری نظروں میں اس کی کوئی اہمیت نہیں۔۔۔ بتاؤ

کے لیے بیرون کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں کروڑ پتی تو ہوں نہیں؛
اگر کچھ حق تم کے لوگ اپنی ضروری دیر کی خوشی کے لیے میری

مزدوریات پوری کرنا چاہتے ہیں تو یہ کیا کرنا ہے؟"
"میرے خدا۔ تم کسی باتیں کر رہی ہو؟"

"میں بیسویں صدی میں پیدا ہوئی ہوں۔۔۔ ہر دور
کی اصلاحات؟"

"ہیں۔۔۔ میں۔۔۔ صدف اٹھ اٹھا کر یاس انگیز بیٹھے
میں بولا: "آپ آگے کچھ نہ کہو۔ ہم مشرقیوں کا معیار اس سے

پر کچھ دیر پہلے نظر آنے والا کیا رخصت کیا تھا۔
"نہیں سمجھا: صدف سر ہار کر بولا۔

"کیا گئے؟"
"تم ایسے گروہ کے چکر میں پڑ گئی ہو جو روکیوں سے

بڑے کام کو راتا ہے۔"
وہ کچھ نہ بولی۔ صدف کہتا رہا: "لیکن تمہیں قطعی غاف

نہ ہونا چاہیے کہ انہیں اپنے ملک میں اس کا صفایا کرنے کی
قدرت رکھتا ہوں۔"

"تم آخر ہر کوئی؟"
"ایک سیلانی آدمی۔ اگر پچھلے سال تمہیں نہ دیکھا ہوتا

تو اس سال میرا قطب شمالی کا پروگرام ہوتا۔"
"کیا مطلب؟"

"پچھلے سال سے صرف تمہارے پیچھے مارا مارا چھڑتا رہا
ہوں۔ اب یہ میری خوش قسمتی ہی تھی کہ تم میرے ہی ملک

کو منتخب کیا۔"
"نہیں بھی تو تمہاری ہی طرح ایک سیاح ہوں؟" وہ بولی۔

"لیکن یہ کام...؟"
"میری نظروں میں اس کی کوئی اہمیت نہیں۔۔۔ بتاؤ

کے لیے بیرون کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں کروڑ پتی تو ہوں نہیں؛
اگر کچھ حق تم کے لوگ اپنی ضروری دیر کی خوشی کے لیے میری

مزدوریات پوری کرنا چاہتے ہیں تو یہ کیا کرنا ہے؟"
"میرے خدا۔ تم کسی باتیں کر رہی ہو؟"

"میں بیسویں صدی میں پیدا ہوئی ہوں۔۔۔ ہر دور
کی اصلاحات؟"

"ہیں۔۔۔ میں۔۔۔ صدف اٹھ اٹھا کر یاس انگیز بیٹھے
میں بولا: "آپ آگے کچھ نہ کہو۔ ہم مشرقیوں کا معیار اس سے

سوجھا رہا تھا اسے کیا کرتا چاہیے۔ سربراہ نے غصہ کر کے اس کی طرف دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔ غیر کلیوں سے گھٹکھڑاتا ہوا آگے بڑھتا ہوا ایک عداوت منانے کی بجائے اس کے سے انداز میں ہونے سکڑنے اندر سے اس کی گھڑتا رہا پھر خود ہی برآمد سے پہلے آ کر ان کے پیچھے جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ پشت سے آواز آئی۔

”تم مت بڑھو۔“
بڑی مترق آواز تھی لیکن عمران کے لیے نئی نہیں تھی۔ یہ اور بات ہے کہ وہ راستہ دونوں کا تعارف نہ تھا۔ سربراہ نے بھلا سربراہ کے قریب رہ کر لڑی ہی رام سے ناواقفیت کا کیا سوال؟ وہ نہ صرف خود اس کی تقدیم ہو کر اس کے لیے احترام کا مظاہرہ بھی کیا تھا۔

وہ قریب آ کر بولی۔ ”تم میرا عیاں غافل دیکھنا چاہتے ہو؟“
”جی۔۔۔ ہاں۔۔۔“ عمران نے بھلا ہٹ کے پردے میں بناوٹی ہوشیاریت کو چھپانے کی ایک شگ شروع کر دی۔ ”میں۔۔۔ وہ۔۔۔ دیکھنا چاہتا ہوں۔“
”اور۔۔۔ تو تم اتنے پریشان کیوں ہو گئے؟ وہ جڑ سے دکھش انداز میں مشکافی۔

لیڈی ہیروم عجیبی طور پر ایک دکھش عورت تھی۔ عمر زیادہ سے زیادہ اٹھائیس سال رہی ہوگی۔ سربراہ کی دوسری بیوی تھی۔ پہلی بیوی لاٹوی مری تھی اور اس شادی کو بھی دس سال گزرے تھے لیکن ابھی تک ان کے خیال کوئی اولاد نہ ہوئی تھی۔
”چلو میرے ساتھ۔“ لیڈی ہیروم کہہ رہی تھی۔ ”میں نہیں اپنا عیاں غافل دکھاؤں گی۔ میں نے سن لی ہے تمہاری خواہش۔“
سربراہ نے سیدھے دوسروں سے ملنا پسند کرتے ہیں اور نہ یہی چاہتے ہیں کہ ان کا کوئی دوست گھر سے ملے۔

عمران اس کے ساتھ چل رہا تھا۔ عمارت کے ایک گوشے میں پہنچ کر لیڈی ہیروم رک گئی۔
”تم کچھ بولیں نہیں؟“ اس نے عمران سے کہا اور وہ اس طرح چپکے چپا جیسے اس تک خود کو تنہا سمجھ رہا ہو۔

”م۔۔۔ میں دراصل۔۔۔ ڈر۔۔۔ رہا ہوں۔“
”کیوں؟ کس بات سے ڈر رہے ہو۔“ ڈریسٹا بلیڈی ہیروم کے پیچھے میں حیرت تھی۔

”وہ۔۔۔ دراصل۔۔۔ ہم۔۔۔ میرا خیال ہے۔“
”ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ کہہ رکھیں کیوں گئے؟“

”میرا خیال ہے۔“ سربراہ نہیں چاہتے تھے کہ میں آپ کا عیاں غافل نہ دیکھ سکوں۔“

”یقیناً وہ نہ چاہیں گے۔“ میں ابھی تمہیں بتا چکی ہوں تاکہ وہ قطعی نہیں چاہتے کہ ان کا کوئی دوست گھر سے بھی ملے۔“

”ب۔۔۔ بڑی عجیب بات ہے۔“
”قطعی عجیب بات نہیں۔۔۔ ان کے دوست میرے دوست بن جاتے ہیں اور یہ بات انہیں پسند نہیں۔“ میرا

دوست بناؤں سے انہیں قطع تعلق کرنا پڑتا ہے۔“
”آخر کیوں؟“

”بھلا میں کیا ہوں؟ اس کی وجہ خود ہی بتا سکیں گے۔ میں نے تو کبھی یہ نہیں جانا کہ میرے دوست ان سے نہیں۔ فی الحال تم ان کے اگلیے دوست ہو۔“

عمران اعتماد انداز میں ہنس پڑا۔
”ہنسو نہیں۔“ جب بھی انہیں معلوم ہو کہ کون میرے بھی دوست ہو تو بڑی رکھن سے انہیں دھتکار دیتے گے۔“

”واقعی؟ عمران نے ایسے پیچھے میں کہا جیسے اس اطلاع نے اسے گہرا صدمہ پہنچا یا ہو۔“

”ہاں۔۔۔ میں بہت عرصے سے دیکھ رہی ہوں۔“
”جب تو گھر فوراً گیارہ میں پہنچ جاتا چاہیے۔“

”تم ضرور جاؤ لیکن میں تمہیں آج ہی اپنا عیاں غافل ضرور دکھاؤں گی۔“

”اگر انہیں معلوم ہو کہ تو؟“
”تم احتیاط کر کے تو کبھی معلوم نہ ہو سکے گا۔“

”اچھا۔۔۔ بہت اچھا۔۔۔ بالکل۔۔۔“ عمران بولکھانے ہوئے انداز میں وہاں سے ہٹتا ہوا بولا۔ ”اسی معلوم ہوتا تھا جیسے وہاں سے سربراہ دور تا دور گیارہ تک جانے گا۔ اس نے مزہ کو نہیں دیکھا۔ اس کی حرکت کا رد عمل لیڈی ہیروم پر کیا ہوا تھا؟ گیارہ میں وہ لوگ گاڑیوں کا ہاتھڑے رہے تھے۔ عمران کی آمد پر سربراہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ اندازاً اس کا جس سے عمران ہی سمجھتا تھا جیسے وہ اس کے پیچھے رہ جانے پر تشویش میں مبتلا رہا ہو۔

”میں ڈرنا ہاتھڑے میں رک گیا تھا۔“ عمران نے اس کے قریب پہنچ کر آہستہ سے کہا اور وہ سر کو غصے کی غیبت دے کر پھر غیر کلیوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کچھ دیر بعد ہی لوگ رخصت ہو گئے۔ عمران نے بھی ان کے ساتھ ہی سربراہ سے جانے کے

لیے اجازت طلب کی تھی لیکن اس نے کہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ہی کھانا کھائیں گے۔ عمران نے بھی یہی طاری کر لی تھی۔ اپنے چہرے پر اور سربراہ میں ہنس پڑا تھا۔

”میری ہوشیارش کے سامنے سربراہ کا بارو کچھ۔ اگر میری دوستی کے خواہش مند ہو۔“ اس نے کہا۔

”بہت اچھا! عمران نے سعادت مندانہ انداز میں کہہ کر غصہ کی سانس لی۔

”اچھا اب میں جاؤں گا ہاتھڑے میں۔ تم ڈراؤنگ روم میں سے منتظر رہو۔“

وہ لیے لیے قدم اٹھاتا ہوا گیارہ سے بھاگ گیا۔
عمران نے جیب سے چھوڑ کر کاپیکٹ نکالا اور اسے چھارتا

ہوا آہستہ آہستہ دوش پر چھارتا رہا۔ اتنی دیر میں سربراہ نکلوں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ یہاں تک کہ قریب غیر کلیوں کی گاڑی کوئی نظر آئی۔ ہرٹ آٹھا ہوا تھا۔ شاید انہیں کوئی غلطی پیدا ہو گئی تھی۔

وہ آدمی انہیں پریشان ہوئے تھے اور جیسو دوش میں تھپکھاتا تھا۔

عمران نے دیکھا کہ وہ اسی ح میں تھپکے کے سے انداز میں عمارت کی طرف جا رہا ہے۔ کوئی ایسی خاص بات نہ تھی جس کی طرف عمران دھیان دیتا۔ لیکن عجیب اسی وقت عمارت کی ایک کھڑکی کھلی اور کھڑکی سے باہر۔ نے والی روشنی میں کوئی چیز نظر آئی تو کھڑکی سے چھٹی کی گئی تھی۔

وہی خاص کچھ لٹکی آواز میں تھی۔ ساتھ ہی غیر کلی کو اس طرف

تیزی سے چھپتے دیکھا۔ وہ جہاں تھا وہیں رک گیا۔ اندر سے ہی بھی غیر کلی کا بیرونی صاف نکلا رہا تھا۔ اس نے کھجک کر کوئی چیز اٹھائی تھی اور پھر سیدھا ہر تیزی سے چھٹک کی طرف بڑھ گیا تھا۔

اس کے چھٹک کے قریب پہنچنے پر ہرٹ گرا دیا گیا۔ وہ گاڑی میں بیٹھے اور پھر انہیں اشارت ہونے میں ہی در نہ گئی۔ گاڑی چھٹک سے

رنگ گئی تھی عمران کوئی کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ اب بھی کھلی نظر آئی تھی پھر دیکھتے ہی دیکھتے دوبارہ بند ہو گئی۔ عمران کی غیبت کی بار

پہنچیں اور کھلیں لیکن قدم وہیں پر جیسے رہے جیسے کچھ کاپیکٹ

اس نے دوبارہ جیب سے نکالا اور ایک چھٹی میں منہ ڈال کر

تھپکھاتا ہوا ڈراؤنگ روم کی طرف چل پڑا۔ ڈراؤنگ روم سے وہ ڈراؤنگ روم میں پہنچے تھے۔۔۔

”آج صبح میری۔“ سربراہ مسکرا کر بولا۔ ”میری میری ایک وقت میں صرف ایک کی چیز ہوئی ہے۔ آج غیر روں کا

ہاں ہے۔ کھانا کھاتے ہو؟“
”ارے جیر۔ عمران عمارت سے بولا۔

”کی مطلب؟“ سربراہ نے اسے تھکی نظر دے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”آپ اور میری؟“ عمران نے کہا اور کھانا کھانے لگا۔
”کی کھانا ہے؟“ سربراہ جھکا ہوا ہٹ میں اس کی اسٹریٹ

”بالکل ٹیک کہہ رہا ہوں۔“ میری آپ کے شانہ شانہ نہیں۔ ڈراؤنگ روم۔“

”جواب نہ دے۔“ سربراہ نے کہا۔ ”میرا ہاتھ ڈراؤنگ روم سے

سٹرکٹ ہونے چاہیے۔“

”میرا ہاتھ ڈراؤنگ روم سے

سٹرکٹ ہونے چاہیے۔“

”میرا ہاتھ ڈراؤنگ روم سے

سٹرکٹ ہونے چاہیے۔“

24 گھنٹہ

ایمر جیسی ایمبولینس سروس

ڈاکٹر اور نرس کے ساتھ تمام طبی سہولتوں سے آراستہ ایمبولینس
فون: 716546-716547
تاج میڈیکل کمپلیکس ایم اے جناح روڈ۔ کراچی

اور کھانسی جس میں نرس... لاجوہی و لا توتہ... بلکہ مستغفر اللہ...؟
”تمہارا دماغ تو خراب ہے نہیں ہو گیا؟“

عمران نے ہاتھ کی جبر بھی رکھ دی تھی اور بالکل سناکت اور
صامت بن گیا۔ انیس چھپکے بغیر غلاموں گھوڑے جا رہا تھا۔ سربراہ

”یہ کون ہے؟“
”حضرت ابراہیم ہے۔“

بائیں جانب موڑ دی۔ رات کے نو بجے تھے۔ سڑک قریب قریب
نسبانات ہی تھی۔ بائیں دو تھوڑی سی روڑ لگا ہو گا کہ ایک تیز رفتار گاڑی

میں پرکھی تھی۔ عمران کوڑکی سے باہر نکلتا رہا۔
 اس عمارت کی چار دیواری اتنی اونچائی پر تھی کہ کوڑکی سے نہڑک
 نہیں دیکھا جاتا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ کوڑکی بہرام اس کے
 بہت قریب آگئی ہے۔ پھر اس کا ہم اس کے شانے سے مس
 ہونے لگا۔
 "ارے... ارے... تم کانپ کیوں رہے ہو...؟"
 لیڈی بہرام ہنس پڑی۔
 "مم... میرا... سس... سر جھکا رہا ہے۔ عمران کوڑکی تھی
 ہی آواز میں بولا۔
 "چھوڑو۔"
 "یقین کیجئے... ارے... ارے... ارے... گرا۔ مم... مم...
 گل... گرا...؟
 وہ جھومتا ہوا فرش پر آگرا۔
 لیڈی بہرام اسے جھجھکتے ہوئے کوڑکی کی آواز سے دے رہی تھی۔
 کوڑکی نے مسعدہ کو اپنا نام ماؤ لین بتایا تھا۔ سوئیل
 کی باشندہ تھی۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہ معلوم کرسکا۔ وہ پہل
 دو سرے اکلامات ملنے تک وہ متاثر رہنا چاہتا تھا۔ پہلی شام
 انھوں نے ایک اچھے بول میں گزار دی تھی۔ رات گئے تک
 وہ دونوں دھس کرتے رہے تھے۔ وہ کوڑکی کے دھس بڑی خوبی
 سے کر سکتی تھی۔ مسعدہ بھی اتنی ہی نہیں تھا۔ کچھ دیر بعد وہ بھول گئی
 تھی کہ مسعدہ تک کس طرح پہنچی تھی۔ مسعدہ نے تو یہی محسوس کیا تھا
 جیسے اب اس کے ذہن پر اس کے بارے میں کوئی بڑا اثراتی
 نہ رہا ہو۔
 رات گئے وہ سوٹ میں دلپس آنے لگی۔ بیچ کو وہ پھر کچھ
 بولنے لگی۔ وہ کوڑکی کی مسعدہ سے سبب پوچھنا سنا سب نہ بگا۔
 اس وقت وہ ناشے کی میز پر تھی۔
 "تم آخر چاہتے کیا ہو؟" ماؤ لین نے اس سے پوچھا۔
 مسعدہ دل میں دل میں عمران کو بڑا بھلا کہنے لگا۔ آخر کیا بتانے اسے
 کہ وہ کیا چاہتا ہے؟
 "تم آخر پریشان کیوں ہو؟ کیا تمہیں وہ اندر چھیننے نہیں دیتا؟"
 "انڈر وچر۔ انہیں تم پر کتنی تو نہیں ہو گئے؟"
 "کیوں...؟ پائل کیوں؟"
 "ارے تو کیوں نہیں نے اپنی خوشی سے یہ سب کچھ کیا ہے
 کہ اسے اندر چھینیں؟"

کیا تمہیں کسی بات پر غور کیا جا رہا ہے؟
 "یقیناً تم صبح الدماغ نہیں ہو... میں نہیں جانتی تم
 کون ہو؟ تم نے میری مرضی کے بغیر اپنے ساتھ رکھ چھوڑا ہے
 مجھے پھر بھی مجھے غور نہیں سمجھتے۔
 "میں کہتا ہوں غور کیا اپنے ذہن کو دھکا دو۔ آج ہم
 بغیر دل کی اچھے مائل پر گزار دیں گے؟
 "نہیں۔ پہلے تم مجھے مسعدہ بتاؤ؟"
 "تمہیں قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں؟"
 "کتنے عرصے تک دیکھو گے؟"
 "اگر ساری زندگی دیکھتا رہوں تب بھی شاید ہی میرے۔"
 "ایسی باتوں سے مجھے مطمئن نہیں کر سکتے۔"
 "پھر تو یہی کہاں کی باتیں لے بیٹھیں... جیسے کھانوس۔
 اس جس سے کہ چھلکے بے حد ملنے پڑتے ہیں۔
 وہ پیشانی پر ٹھیک سے ڈالے کھاتی رہی۔
 مسعدہ نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "میں کھاتا تھا کہ تہا کی کم شگ
 کے بارے میں اخبار قیامت برپا کر دیں گے لیکن میں نے کسی اخبار
 میں معمولی سی خبر بھی نہیں دیکھی۔"
 "اخبارات کو ایک غیر ملکی لوگ سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟"
 "تمہارے سفارت خانے کو تو باقاعدہ طور پر تمہارا خط
 ہماری کرنا چاہیے تھا۔
 "تم کہنا چاہتے ہو؟"
 "کچھ بھی نہیں۔ صرف حیرت کا پرکار رہا ہوں۔"
 وہ اسے تھلنے والی نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "تم
 اندازہ نہیں کر سکتے کہ تم نے کتنی بڑا خطرہ مول لیا ہے؟
 اور ہو... خطرہ... ہونہ۔ مسعدہ نفسیاتی آمیز انداز
 میں مسکرایا۔
 "میرے بعض دوست تمہاری تلاش میں ہوں گے۔ دیکھو
 وہ مجھے شہر میں تلاش کر رہے ہوں گے۔
 "اس بھول میں ذر بننا۔ وہ خطرناک لوگ ہیں؟"
 "اس جزیرے کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہ لگے گا۔
 اگر میں ذرا برابر کسی سے مخالفت ہوتا تو پہلی رات ہی
 طرح اس بھول میں تمہارے ساتھ قفس نہ دیکھتا۔
 "ہر بے وقوف آدمی تمہاری طرح دلیر ہوتا ہے۔"
 "میں کہتا ہوں۔ اب تم بھی کرو اس جیسے کو۔ میں
 آنے والے حالت کے بارے میں کچھ سوچنے کا مادی نہیں۔"

"چنانچہ میں کہیں مجھے تم سے ہمدردی ہے؟"
 "میں تو میرے۔"
 "نہیں۔ میری بات پوری سنو۔ تم اپنی اس حرکت کے
 باوجود بھی ابھی تک ایک اچھے آدمی ثابت ہوئے ہو۔
 "ہوں... تو میرے۔"
 "میں قطعی پسند نہ کروں گی کہ تم مار ڈالے جاؤ۔"
 "بیت عرصے سے موت کی تلاش میں ہوں۔ مسعدہ
 بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔
 "یقین کرو میں قہر تو نہیں کہہ رہی۔ وہ مجھ کو چھینی۔
 "اچھی بات ہے۔ میں نے یقین کر لیا کہ مار ڈالا جاؤں گا۔
 "اور تمہیں اس سے ذرا براہ فرقت نہیں معلوم ہو۔"
 "اگر تمہارے وہ دوست میرے۔
 "میرے اقدار اٹھانے کی جرأت نہ کر سکیں گے۔
 "نہیں وہ بھی میری ہی طرح نہیں کر سکیں۔
 "تب تو مجھے آٹھیں مار ڈالنے میں ذرا برابر بھی ہچکچاہٹ
 محسوس نہ ہوگی؟
 "جہنم میں جاؤ۔ اس نے جھٹکا کہہ کر کافی کے
 برے برے کھوتے پینے لگی۔
 ڈوسری صبح عمران نے محسوس کیا کہ وہ اس عمارت میں
 قیدی ہے۔ برے اہمیان سے اس نے کچھیں رات بے ہوشی
 میں بسر کی تھی اور لیڈی بہرام کی زبان سے اپنے لیے کبھی بے ہوشی
 کے کلمات نہ سنے تھے اور کبھی کبھی کسی جیس... اسے ہوش میں لانے
 کے لیے اس نے کیا کچھ نہیں کیا تھا۔ کبھی تک میں جی کرتی اور کبھی
 ایسی سخت قسم کی چٹکیاں لیتی کہ عمران کی ہونٹیں بھونٹ آتی تھیں اور
 ہمارے تاج آج آتے۔ لیکن ذرا اس کو چھینکیں آتی تھیں اور
 نہ تکلیف کی شدت سے وہ جھلکا یا ہی تھا۔ ویسے اس کا خیال تھا
 کہ اس پر زبردست چٹکیاں تو کسی جھینس کو بھی نہ لگے پھر پھر
 کر سکتی تھیں پھر تک مار کر لیڈی بہرام نے اس کا پیچھا چھوڑ دیا
 تھا اور اس نے وہ رات ڈانٹ کر دم کے ٹھنڈے ترچے پر بسر
 کی تھی۔ مسیح بھی کسی نے اسے وہاں سے اٹھانے کی کوشش
 نہیں کی تھی۔ خود ہی اللہ کا نام لے کر اٹھ بیٹھا تھا اور سوچی رہا
 تھا کہ دیکھیں، ماشے میں کیا ہے؟ اٹھ کر تھکن پڑا تھا اس کے
 دروازے تک آیا لیکن دوسرے ہی لمحے میں رائفل کی تالی
 سینے سے لگی اور ایک خوشنما چٹکان کا سپرہ دکھائی دیا۔

"ساب! باہر نہیں جاسکتا؟ اس خوشنما چہرے سے
 خواہش شش پھوٹی۔
 "اچھا ساب! عمران سر ہلکا بولا۔ لیکن ذرا دیر کا چارے
 کی تنہائی اور دودھ و دھواں کی روٹیاں لینے آؤ۔ کیونکہ ہم تھیں
 شدت میں مبتلا ہیں۔"
 "خوب۔۔۔ اور تنہائی نہیں ملتا ساب۔۔۔
 "اچھا تو میرا ہمارے کھن دفن کا انتظام کرو۔۔۔ عمران
 قہقہہ ماس سے کہ بولا۔ "کیونکہ کچھ رات ہم ٹیڑھ بازی میں پڑے
 کراچی میں پیدا کیے جیسے تھے۔"
 "اور کھن دفن بھی نہیں ہوتا۔ تم اندر بیٹھو ساب۔"
 "کھا کے پیٹنے کا رواج بھی ہے اور یا نہیں؟"
 "ام کہ نہیں جانتا۔۔۔"
 "لیڈی صاحبہ جلد چلیں؟"
 "ام نہیں جانتا۔"
 "تمہاری شادی سو گئی ہے یا نہیں؟"
 "ابلی نعمی۔"
 "اللہ نے پاؤں تو ہوجائے گی۔"
 "پٹھان کلچر بولا۔ عمران کہتا رہا۔ ایسے ایسے تعویذ ہیں
 ہمارے پاس کہیں کی بتائیں؟"
 "خوب ساب! ایک شہنشاہی کے لیے دیو۔"
 "خوب ضرور۔۔۔ کیسا تعویذ چاہتے ہو؟"
 "امار دالہ کا شادی ہو جائے۔"
 "امار دالہ کا شادی... عمران آنکھیں پھاڑ کر بولا۔
 "ہاں۔ ساب۔ اسے بہت شکر ہے۔"
 "اور تمہیں؟"
 "ام تو ابھی پتہ ہے ساب۔"
 "اسے اللہ... ایسے خوفناک مسخروں والا ایک پتہ
 میں بھی ملتا کہ۔"
 "خوب ساب... اندر جاؤ۔۔۔ بیگ ساب! لگا تو۔۔۔"
 اور دوسری طرف مڑ گئی۔
 عمارت کے کسی گوشے میں غالباً ٹیلیفون کی گھنٹی بج رہی تھی۔
 عمران نے تیزی سے آواز کی جانب قدم بڑھائے اور
 وہیں جا پہنچا جہاں فون تھا گھنٹی اب بھی بج رہی تھی۔
 "مسلوہ! اس نے رسیدور اٹھا کر ماؤ لین سے کہا۔
 "مسلوہ۔۔۔ ہاؤ ڈو ڈو۔ دوسری طرف سے سوائی آواز آئی۔"

"ناشنے کی تلاش میں ہوں۔ عمران نے مژدہ کی آواز میں کہا۔
 "میرا خیال ہے کہ پست بھرینے کے بعد تم بے ہوش ہو جاتے ہو۔ اس لیے کہا تاہم اچھے رات سے پہلے نہیں ملے گا۔
 "میں ناشنے کی بات کر رہا ہوں۔ کھانے کی نہیں۔
 عمران دو ہنسی آواز میں بولا۔
 "فضول باتیں مت کرو۔۔۔ دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔
 اس نے ٹھنڈی سانس لے کر رسیور کو پائل پر رکھ دیا پھر جیسے ٹوٹی کرچو نگم کے دو پکٹ نکالے اور انہیں اس طرف دیکھتا رہا جیسے اندازہ کرنا چاہتا ہو کہ وہ دن بھر ساتھ دے سکیں گے یا نہیں؟
 قرن کی گھنٹی بھر بھی اور اس نے رسیور اٹھالیا۔ اس بار بھی دوسری طرف سے لیڈی ہیرام ہی بولی رہی تھی۔
 "تم آتا جتنے کیوں ہو؟ اس نے کہا۔
 "اب اس وقت ٹھیک کے بارے میں مجھ کو جانا نہیں؟
 "تمہاری بے ہوشی بالکل بڑا سہی؟
 "بے ہوشی کا مطلب ہے خاموشی۔۔۔ اور خاموشی کو کسی بھی طرح کیوں نہیں کہا جاسکتا؟
 "میری بات سنو؟
 "سناؤ؟"
 "مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں اتنے دنوں سے تمہارے ہی لیے جھپٹی رہی ہوں؟
 "بات پوری ہوئی یا نہیں؟
 "بات کبھی پوری ہوتی ہے؟
 "اب میری بھی ایک بات سنو۔ عمران نے کہا۔ "آخر تم دو دنوں الگ الگ کیوں میری مرگت کر رہے ہو؟ ایک ساتھ چل کر ایک دم قہر کرنا؟
 "مجھے کھینچ کر کش کر دو۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔
 "مژدہ کہوں گا۔۔۔ وہ وہ کرنا نہیں؟
 "کیا تم واقعی بڑے ہو؟
 "میں اب کچھ بھی نہ کہوں گا؟
 "اچھا میں آ رہی ہوں؟ دوسری طرف سے کہا گیا اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔
 عمران رسیور کو اس کمرے سے ہٹ آیا۔ پچھلی رات وہ ڈانٹ کر وہی میں دھیر ہو گیا تھا اس لیے پوری محارت

دوستوں کو بچھاڑ دیتی ہے میں کس کھیت کی ادھر ہوں؟
 "ادھر نہیں مگر کیسے ہیں؟
 "موتی کو انگریزی میں کیا کہتے ہیں؟
 "فضول کیوں مت کرو۔۔۔ اسے تم نے تو سارے سینڈویچ صاف کر دیے۔ اب میں کیا کھاؤں گی؟
 عمران کافی کا ڈوسر آپ لے رہا تھا۔
 "ادھر لاؤ قمراس؟ وہ اس سے قمراس چینیٹی بھرتی پہنچائی۔
 "اب مجھے جھکا کر رہنا چاہیے گا؟
 "تبدیل کر دوں اس منظر خانے کو باورچی خانے میں؟
 عمران نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
 "کیومت؟
 "تصور میں پست نہیں بھرتی۔ روٹیاں کھانا کیسے؟
 "اب خاموش رہو۔۔۔ لیڈی ہیرام نے کہا۔ اسے صوف کافی پر قمراس کرنی پڑی۔ کھانے کے لیے عمران نے کچھ چھڑا دی نہیں تھا۔
 "قمراس آؤ رنگ سس می ہوتا تم میں قمراس جواب نہیں تھا تمہارا۔ لیڈی ہیرام بولی۔
 "یہ کس قوم کا سہنہ ہے؟
 "مطلب یہ کہ کھانے پاس طرح کرنا دیقایت ہے؟
 "ارہ۔۔۔ آرٹسٹ سس۔۔۔ واقعی؟
 "میں کی نہیں۔۔۔ ایک شاعر سے واقف ہوں۔ جو میرے رنگ میں شاعری کرتے ہیں اور دیقایت کی شاعری سے متاثر ہو کر نظر آتے ہیں۔۔۔ قمراس آرٹ۔۔۔ اور قمراس آرٹسٹ سس اس کو کس کے قمراس میں رہا؟ اپنی قمراس کی تصویر چھپاتے ہیں؟
 "قمراس کرو؟ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ مجھے تم کو کس معلوم ہوتے ہو؟
 "قمراس میں اپنے بارے میں اسے فیصلہ کھوں؟
 "کیا مطلب؟
 "میرا ہیرام کا بھی خیال ہے کہ میں کرکٹ ہوں؟
 "اچھا ایک بات بتاؤ۔۔۔ گاڑی کا کیا قصہ تھا؟ میں نے سنا ہے تم نے اس شرط پر گاڑی فروخت کی تھی کہ وہ دن میں کم از کم ایک بار اسے دیکھ لینے کی اجازت نہیں دے دیں؟
 عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور مضمون انداز میں سر ہٹنے لگا۔
 "یہ کس شرط ہے؟
 "جس طرحی۔۔۔ میں اسے مجھ نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اس

کے رکھ رکھاؤ کے سلسلے میں بھیک مانگنے کی نوبت آئی تھی؟
 "کیوں نہیں بھیک کرنا چاہتے تھے؟
 "میں کیا بتاؤں؟ لوگ مجھے بے وقوف سمجھتے ہیں لیکن میں اپنی طبیعت کے فیور ہوں؟
 "آخر بات کیا ہے؟
 "ایک لڑکی میرے ساتھ پڑھتی تھی۔ میرا بڑا خیال تھی تھی۔
 "کبھی تھی تم میرے دوست ہو۔۔۔ مجھے شرم آئی تھی سرچ کر۔۔۔
 "وہ لڑکی دوست لڑکی پھر اس کے باپ کا انتقال ہو گیا اور اس کی شادی ہوئے علی قمراس کی ماں نے کچھ سے کہا کہ گاڑی بکالو۔
 "ان خریدتا اس کھتا رہے کو؟ میں نے ہی خرید لی؟
 "ہوں۔۔۔ تو تمہیں۔۔۔ اس کی لڑکی سے محبت تھی؟
 "لیڈی ہیرام ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔
 "ہب۔۔۔ پتا نہیں۔۔۔ عمران بھرتی ہوئی آواز میں بولا۔
 "اور اسی لیے تم روزانہ اس گاڑی کا دیا کرتا چاہتے ہو؟
 "میں کب نہیں جانتا۔۔۔ میری بھرتی نہیں آتا کہ میں کرکٹ کر رہا ہوں اور مجھے یاد کرنا چاہیے؟
 "کیا تم قمراس سے شادی کرنا چاہتے تھے؟
 "ارے نہیں تو؟
 "لیڈی ہیرام اسے عجیب سی نظروں سے دیکھتی رہی پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ "ہرول میں ایک کانا ہے۔۔۔ ہرول میں ایک دیوار روشن ہے؟
 "عمران ہرول کی طرح اس کی شکل دیکھنے لگا۔
 "بہت چڑی قمراسی۔۔۔ لیڈی ہیرام اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔ "اس سے چڑی نہ بھرتی اور یہ ہو سکتی ہے کہ تم غور کو نہیں کچھ گئے؟"
 "۔۔۔ ساری تصویریں آپ کی بنائی ہوئی ہیں؟ عمران نے پوچھا۔
 "ہاں۔۔۔ وہ مضمون آواز میں بولی۔
 "اور یہ جتنے بھی؟
 "ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ میرے ہی بنائے ہوئے ہیں۔۔۔ لیکن سب نہیں؟
 "وہ۔۔۔ کاناہت۔۔۔ عجیب ہے۔۔۔ پہلی نظروں تو مجھے وہ کوئی بڑبڑاؤ کی معلوم ہوا تھا؟
 "وہ ہاتھ لگا بنا گیا ہے۔۔۔ تم اس کے گال چھو کر دیکھو۔۔۔ کتنے نرم ہیں۔۔۔ لیڈی ہیرامی تھا۔۔۔ ایک چائٹ

مردانگ ٹیکڑی نے میرے لیے بنایا ہے۔۔۔ پھر دوسرا دین سکا۔۔۔ کیونکہ سناچینے نے اپنے ہاتھ سے توڑ دیا تھا؟
 "دوسری آنکھ کیا بھڑکی؟۔۔۔ یا کانہی ہے؟"
 "جب دل چاہتا ہے۔ دوسری آنکھ بھی لگا دیتی ہوں۔ یہ دیکھو۔۔۔"
 اس نے بلاؤز کے گریبان سے شیشے کی ایک آنکھ نکال کر بت کی آنکھ کے مقابلے میں فٹ کر دی۔
 "بالکل۔۔۔ جاندار۔۔۔ بالکل جاندار آدمی معلوم ہوتا ہے اور یہ جو گریبان میں لپٹا ہوا ہے؟"
 "میں نے نہیں۔۔۔ اس پر سے لیے ہی لباس مٹا سکتے ہیں۔ لیکن آپ اس کی ایک آنکھ نکال کیوں چاہتی ہیں؟"
 "میں نے فحشی تبدیلی کی خاطر۔"
 "یہ نہیں۔ میں سمجھ گیا۔۔۔ عران بننے لگا۔"
 "کیونکہ گئے؟ وہ چونک کر اسے ٹھونکنے لگی۔
 "آپ چاہتی ہیں کہ میں صبح ہی صبح اس کا نئے بست کو دیکھوں اور میڈیا پر رادوں خوشنودی میں لگتا رہا ہے؟
 "یہی ہیروزم اس ریکارڈ پر صحت مندرجہ کی تھی۔ کچھ بولی نہیں تھی۔ اس نے دوسری آنکھ پھر نکال کر اپنے بلاؤز کے گریبان میں ڈال لی۔
 "اور اگر کوئی لڑکی تو؟"
 "نہیں لڑکی۔۔۔ تم خود دیکھ لو۔۔۔"
 "جی۔۔۔ ہاں۔۔۔ ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔"
 عران پر کھل کر کچھ ہنسا ہوا ہوا۔
 "اوہ۔۔۔ میں بھول گئی تھی۔۔۔ لیڈی ہیروزم مسکرائی۔۔۔ مجھے تم سے اتنا قریب نہ ہوتا چاہیے کہ تم پر بے ہوش ہو جاؤ۔"
 "یہی ہاں۔ کبھی کبھی سر پکڑا دے۔ آنکھوں کے سامنے اندھا بھانے لگتا ہے پھر مجھے بتائیں چل کر کیا ہوا؟"
 "تم جھڑپ نہ کرو۔۔۔ بننے ہو۔"
 "ارے۔۔۔ ارے۔۔۔ بھلا میں جھڑپ کیوں بولوں گا؟"
 "ڈر چک ہو تم۔۔۔ بڑبڑ۔۔۔"
 "ارے باپ ارے۔۔۔ آخر کیوں؟"
 "گھبرے ہو۔۔۔ وہ بھلا گئی۔"
 عران نے اس طرح سر جھکایا جیسے سچ سچ گھر کا ہی ہو پھر چونک کر بولا۔ "مجھے جانا چاہیے۔۔۔ اب میں جاؤں گا۔۔۔"
 "ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟"
 "رات کو ٹھیک نو بجے یہاں پہنچ جاؤ گے؟"
 "کیوں؟"
 "تم اب میرے بھی دوست ہو گئے ہو نا؟"
 "لیکن۔۔۔ میں اسے ہرگز پسند نہیں کروں گا کہ سر ہرام کی دوستی سے محروم ہو جاؤں۔"
 "جب ہم یہاں ہیں گے تو انہیں تپا ہی نہ ملے گا۔ وہاں اگر کبھی سامنا ہو جائے تو انہیں جتنے رہنا۔"
 "لیکن۔۔۔ آخر ان کے اور آپ کے دوست مشترک کیوں نہیں ہیں؟"
 "میں کیا جانوں؟ میں تو ان کے دوستوں کو پسند کرتی ہوں۔"
 "بڑی عجیب بات ہے۔"
 "ہرگز۔۔۔ وعدہ کرتے ہو کہ ٹھیک نو بجے یہاں پہنچ جاؤ گے؟"
 "میں کیا بتاؤں؟ شام کو وہ شرط کی بازی جیتے ہیں اور آپ جانتی ہیں کہ شرط کی بازی کا کچھ ٹھیک نہیں ہوتا۔ پتا نہیں کب فتح ہو؟"
 "میں کچھ نہیں جانتی۔ جیسے یہاں پہنچنا ہے ٹھیک نو بجے۔"
 "میں کوشش کروں گا کہ بازی طویل نہ ہو۔"
 "اتھنا۔ اب جاؤ۔ چوکیدار اب تمہیں روکے گا نہیں؟"
 "عران کرے سے باہر نکلا اور گشت پر دروازہ بند ہونے کی آواز سنئی۔ مگر وہ دیکھا لیڈی ہیروزم کرے ہی میں رہ گئی تھی اور اسی نے دروازہ بند کیا تھا۔"
 وہ صدر دروازے پر کڑکا۔ باہر تھکان چوکیدار موجود تھا لیکن اس نے اسے باہر جانے سے روکا نہیں۔ نہایت ادب سے ایک طرف ہٹ گیا تھا۔ تو میز پر آکر اسے کے قریب ہی کھڑی ہوئی۔ یہاں تک اس وقت تک کھلا ہوا تھا۔ تو میز پر کھڑک پر آنے کو کچھ ہی دور چلنے کے بعد عقب ہٹا آئیے کے ذریعے عران کو کھاتے کا جہز پہنچا۔ اس وقت بھی کچھ ہی رات ہی کی طرح ایک موٹر سائیکل تو میز پر کھاتے پر رکھی تھی۔ عران کے ہرگز نہیں پرانی ہی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے بے پروائی سے سر کو جھینٹ دے لگاڑی کی رفتار تیز کر دی۔ جلد سے جلد کسی ایسی جگہ پہنچنا چاہتا تھا جہاں سے کچھ نہی امن کو فون کر سکتا۔ تو اس کی پہلی ٹیلیفون بوقت کی تھی۔ دیکھ کر اسے کان سے بھی بے کام ہو سکتا تھا لیکن نہیں حالات کی بناء پر اس نے اسے مناسب نہ سمجھا۔ بالآخر ایک پبلک

ٹیلیفون بوقت کے سامنے اس نے لگاڑی روک دی۔ اتنا ہی بوقت نکالی ہی ہو۔ اندر داخل ہو کر دروازہ بند کرتے ہوئے چھٹی چڑھا دی۔ کچھ نہی امن کے کچھ نہی امن کے۔
 دوسری طرف سے اسی کی آواز آئی۔
 "نیامن۔"
 "کون ہے؟"
 "آقا تو اب تم میری آواز بھی نہیں پہچان سکتے؟"
 "کیا بات ہے؟"
 "تمہارے آدمی کیا کہاں کھائے ہیں؟"
 "کیوں؟"
 "ان سے کہو کہ میرے چچے موٹر سائیکل دوڑانے سے کیا فائدہ؟ کسی مرد لقا کا تعاقب کریں اور داخل حیات ہوں۔۔۔ روز پھر دوسری آنکھ۔۔۔"
 "کیا؟"
 "دوسری آنکھ؟"
 "کیا بکواس ہے؟"
 "تمہارے فائدے کی بات ہے ہمارے۔۔۔ فائل آر ذریعہ دھری۔۔۔ فوٹو ایٹ دیکھو۔۔۔ ایک بار پھر فوٹو ایٹ کر لو۔۔۔ دوسری آنکھ۔۔۔"
 "مفتوحہ نہیں جواب دہ ہونا چاہیے گا۔"
 "میں جو آدمی کروں گا۔ لیکن تم میری بات بھی تو سنو۔۔۔ فائل آر ذریعہ دھری تو فوٹو ایٹ۔۔۔"
 "میرے شیشے کا فائل نہیں ہے۔"
 "مطلب یہ کہ اس کے لیے مجھے کس سے گفتگو کرنی پڑے گی؟"
 "تمہارا دامع تو نہیں خراب ہو گیا۔ مجھے کے راز۔۔۔"
 "اوہو۔۔۔ خفا ہونے کی ضرورت نہیں پیارے بھائی امین جانا بھول کر تم کس بات پر ناراض ہو؟"
 "میرا وقت نہ برباد کرو۔"
 "مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ یہ سیریز تمہارے ہی یکشنبہ میں تھا؟"
 "اب نہیں ہے۔"
 "پھر بتاؤ اب کہاں ہے؟"
 "پوچھ کر میں کچھ رات تم کہاں تھے؟"
 "سہیت اچھے۔ کیا تمہارے آدمیوں نے تمہیں بتایا نہ ہوگا؟"

"میں رحمان صاحب کو مطلع کر رہا ہوں کہ تم نے رات کہاں گزار لی تھی؟"
 "مزرور۔۔۔ مزرور۔۔۔ اور پھر مشکل براہ راست انھی کے تحت ہے۔"
 "جب جانتے ہو تو کیوں میرے کان کھا رہے ہو؟"
 "اس زمانے میں جب میں آفسیر آن اسپیشل ڈیوٹی فز تھا۔ یہ فائل میرے مطالعہ میں رہ چکا تھا۔ لیکن چیرس جو میرے انٹرسٹ کی تھیں ان کا مسئلہ اس شخص اب بھی میرے ذہن میں محفوظ ہے۔ اس شخص کی دوسری آنکھ بھی شامل ہے۔"
 "تمہارا دامع خراب ہو گیا ہے؟"
 "نیامن۔۔۔ شہر عفریب جہنم کا مرکز بننے والا ہے۔ میری چٹکائی یاد رکھنا۔ تمہارے لیے دشمنی راہی دشمنی راہی ہو گئی؟"
 "پھر میں کیا کروں؟"
 "ایکلی حرکتیں نہ کرو کہ لیڈی ہیروزم ہوشیار ہو جائے۔ مجھے یقین ہے کہ تمہیں اس کے بارے میں ہدایات ملی ہوں گی لیکن تم یہ سب کچھ میری زندگی میں کر رہے ہو۔"
 "میں تم سے دن چاہتا ہوں۔"
 "ابھی نہیں۔ لیکن مگر۔۔۔ میں تم سے مل سکوں گا لیکن ای مشورت میں جب تمہارے ساتھ فائل بھی ہو۔"
 "میں کچھ نہیں کر سکتا۔ کسی طرح بھی میری پہنچ نہیں ہو سکتی اس فائل تک۔۔۔"
 "اچھی بات ہے تو پھر اپنے لیے بے شمار دشمنیوں کے شکر ہو۔"
 "تم مجھے دھمکی دے رہے ہو؟"
 "اس کا تعلق میری ذات سے ہرگز نہیں۔ بلکہ دوسری آنکھ۔۔۔"
 "ختم کرو۔ بکواس۔ نیامن نے کہا اور ساتھ ہی دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔
 "عران نے ٹیلیفون کا میسرور رکھ دیا۔ اس کی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار تھے۔۔۔"

